شعبۂ
تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

اشاعت خاص

تعمیرِ حیات

۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۰ء
۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۷۰ء

مدیر سید محمد الحسنی

معاون سعید الاعظمی ندوی

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ؛ قیمت فی پرچہ ۲۵ پیسے

Rged No L 1981

FORTNIGHTLY
TAMEER - E - HAYAT
Phone 22948

Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

مکتبہ دارالعلوم کی دوسری مطبوعات

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی
از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت Rs 3

مُعلّم الانشاء
(از مولانا عبدالماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی)
انشاء و تمام زندہ زبانوں کا اہم مضمون ہے، موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے بھی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط و تعلق نے اس کو صرف اجتماعی و ادبی بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہے۔ چنانچہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کے ایک ایسے سلسلے کی ترتیب دی ہے جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری رہنمائی کر سکے اور عربی مدارس میں تعلیم انشاء کا نصاب بن سکے۔
کاغذ کتابت و طباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبدالماجد ندوی) قیمت ۱/۵۵
حصہ دوم (" " ") " ۲/۶۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں
تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء
اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو نصوص عقلی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا۔ قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ رکھنے والے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے۔ قیمت: ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

الادب العربی
بین عرض و نقد
(از مولانا سید محمد رابع ندوی۔ ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے جو الادب العربی بین عرض و نقد کے نام سے عربی زبان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔
اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ☆ تنقید و تجزیہ ☆ ادبی نمونے
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔
(قیمت صرف چار روپے)

از [illegible]
[illegible]
قیمت حصہ اول ... حصہ دوم ... حصہ سوم ...

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow

آپ پر لاکھوں سلام

مولانا محمد ثانی حسنی

اے حبیب کردگار
رحمت پروردگار
صاحب عز و وقار
دو جہاں کے تاجدار

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ امام الانبیا
صدر بزم اتقیا
سرور اہل صفا
شافع روز جزا

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ ہیں عالی مقام
آپ اماموں کے امام
آپ ہیں خیر الانام
آپ کا میں ہوں غلام

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ سرتاج بشر
آپ شاہ بحر و بر
آپ ہیں رشک قمر
آپ ہیں انجم نگر

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ کے زیر قدم
فارس و روم و عجم
آج بھی ہیں سر بخم
قصر و دارا و جم

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ صدر بزم دیں
سرور اہل یقیں
سرگروہ مرسلیں
زینت خلد بریں

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ پاکیزہ صفات
پاکباز و عالی ذات
آپ رمز کائنات
جان من جان حیات

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ آنکھوں کا سرور
آپ سراپا ہیں نور
آپ ہیں میرے حضور
میں سراپا ہوں قصور

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ ہیں گل پیرہن
خندہ رو نسریں بدن
یاسمن رشک سمن
روح گل جان چمن

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ کا جیسا حسیں
کوئی دنیا میں نہیں
آپ کی پیاری جبیں
مطلع نور مبیں

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ جان آرزو
آپ سب کی جستجو
دو جہاں کی آبرو
مہ جبین و ماہرو

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

آپ کے دم سے نمود
آپ کے دم سے وجود
آپ کے دم سے شہود
آپ کے دم سے کشود

آپ پر لاکھوں سلام
رات دن اور صبح و شام

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳ تا ۱۸ ربیع الاول سنہ ۹۰ھ
مطابق
۱۰ تا ۲۵ مئی سنہ ۱۹۷۰ء

جلد ۷ شمارہ ۱۳-۱۴

چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
اس شمارہ کی قیمت ۷۰ پیسے
فی پرچہ ۳۵ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہدہ کا اصل میدان۔ اتباع سنت

انسان کے مجاہدات کا اصل میدان مسجد کا گوشہ یا خانقاہ کا حجرہ یا تسبیح و سجادہ نہیں۔ گھر اور بازار، سوسائٹی اور معاشرہ ہے۔ اور اس میں سنت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے تو چلتے پھرتے سارے مجاہدے اور ساری منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔ دشمن کے ساتھ کیا برتاؤ ہو، دوست کے ساتھ کیا رویہ رکھا جائے۔ گھر والوں کے ساتھ کس طرح پیش آئے، پڑوسی کے کیا حقوق ہیں، معاشرہ میں ہماری کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں۔ ناگوار باتوں کو کیسے برداشت کرنا چاہیئے۔ خدمت و ہمدردی کیا چیز ہے۔ یہ وہ اسباق ہیں جو مدرسہ و مکتب اور کسی یونیورسٹی اور درسگاہ میں نہیں بلکہ گھروں میں، سڑکوں پر، راستوں میں چلتے پھرتے اور بات کرتے پڑھائے جاتے ہیں۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی آدمی کا سبق شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ سبق اس کی تمام مشغولیتوں کے ساتھ خود بخود چلتا ہے۔ اس کو کسی نئے عمل کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اعمال کی نیت درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے معاصی سے، حرام سے اور مشتبہ چیزوں سے بچ۔ پھر اپنے اعمال صالحہ سے آراستہ کر۔ آدمی کھانا کھاتا ہی ہے اب جب کھائے گا تو یہ سوچ کر کہ یہ حرام یا مشتبہ تو نہیں ہے۔ حق تلفی یا ظلم سے تو نہیں حاصل ہوا ہے۔ اسی کھانے کو دو آدمی کھا رہے ہوں گے، ایک اس دھیان کے ساتھ کہ یہ حلال ہے، ہمارے لئے جائز ہے، وہ کھانے سے پہلے اللہ کا نام لے گا۔ کھانے کے دوران اس کا دل شکر سے لبریز ہوگا۔ کھانے کے بعد زبان سے وہ اس کی حمد اور اپنی بیچارگی و احتیاج کا اظہار کرے گا۔ دوسرا آدمی ان ساری نعمتوں سے محروم ہوگا۔ یا تو وہ غافل ہوگا اور اس کے ثواب سے محروم رہے گا، یا متکبر ہوگا اور کھانا اس کے لئے عذاب بنے گا۔ ایک چیز جس کی ظاہری صورت ایک ہے دو حقیقتیں رکھتی ہے۔ اور اسی حقیقت پر اس عمل کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ انسان کے ہر عمل کا حال ہے اس کی کوئی نقل و حرکت اور کوئی فعل ایسا نہیں جس میں سنت رسول کی واضح رہنمائی موجود نہ ہو۔

اگر آدمی آپ کی سیرت کو سامنے رکھ لے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو پھر اس کو کسی اور مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے مبارک عمل میں نفس کے ہر رذیلہ کا علاج موجود ہے۔ صبح سے شام تک کے معمولات، اور معاشرہ میں زندگی گذارنے کے آداب یہ دو ایسے شعبے ہیں جن میں اتباع سنت کا اہتمام ایک مسلمان کے لئے بالکل کافی ہے۔ اور اس سے وہ روحانی ترقی کی آخری منزل تک پہونچ سکتا ہے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم اور انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ہر عمل ہر اخلاق ہر قول و فعل اعلیٰ درجہ کی عزیمت اور کمال پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر آدمی نفس کی کسی خرابی، یا کسی بری عادت کو دور کرنے کے لئے اگر سالہا سال مجاہدہ کرے اور دل مارے تب بھی اس معیار پر نہیں پہونچ سکے گا جس معیار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو قبولیت عطا فرمائی ہے اور اس کے ساتھ نجات و مغفرت، اور برکت و نورانیت قیامت تک کے لئے وابستہ کر دی ہے۔ وہ عمل اور سنت دوسرے مجاہدات اور ریاضات شاقہ کے سامنے خواہ کتنا ہی چھوٹا نظر آئے تاثیر اور نتیجہ کے لحاظ سے وہ اس سے کہیں بڑا ہے۔ بشرطیکہ اخلاص اور تصحیح نیت کے ساتھ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے بڑا اعجاز یہی ہے کہ اس کا تھوڑا عمل بڑے سے بڑے عمل پر بھاری ہے، دوسرے یہ کہ ہر مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہے۔ اس کے لئے نہ بہت بڑے علم کی شرط ہے نہ بہت زیادہ ریاضت کی، حدیث میں آیا ہے کہ جب دو چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتیں تو آپ ہمیشہ وہ چیز پسند فرماتے جو سہل ہو۔ اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ بہتر کام وہ ہے جو درمیانی ہو اور پائدار ہو، یعنی افراط و تفریط سے یا جذباتیت، غلو اور تشدد سے خالی ہو۔ آپ کی سیرت کا ہر پہلو انسانی معجزہ اور آپ کا ہر عمل تمام انسانوں کے لئے شمع ہدایت ہے۔ لیکن یہ دو پہلو ایسے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بشارت اور خوشخبری کا درجہ رکھتے ہیں۔ علم و دین کی جتنی خدمت اس وقت دنیا میں ہو رہی ہے اور تزکیہ نفس کی جتنی قسمیں علمائے حق اور حکمائے اسلام نے بتائی ہیں ان سب کا مقصود اور منتہا سیرت نبوی کا زیادہ سے زیادہ قرب ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر وہ طلب اور ملکہ پیدا ہو جائے جس کے بعد اس کے لئے حضور کے عمل سے زیادہ محبوب اور کوئی عمل نہ ہو۔

سیرت کا سب سے بڑا پیغام اور اس کا سب سے اہم معجزہ یہ ہے کہ اس نے قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کے سامنے ایک ایسی کامل اور مکمل زندگی کا نمونہ پیش کر دیا جو ہر دور میں، ہر انسانی جماعت کے لئے ہر حالت میں قابل عمل بلکہ سہل العمل ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں اس کے مسئلہ کا حل یا اس کے سوال کا جواب نہیں کائنات کی بڑی سے بڑی حقیقت اور سراج جیسے معجزہ اور امتیاز کے ساتھ عام انسانی ضرورتوں، گھریلو مشغولیتوں، بلکہ عبادت تک کے جو آداب و اصول جو سیرت میں ملتے ہیں اس سے صاف نظر آتا ہے کہ نبوت کے مہر درخشاں نے انسانی زندگی کے کسی ایک خزینہ کو تاریکی میں نہیں چھوڑا۔

بقیہ صـ۲۶ پر

قرآن کا پیغام

(مولانا عبد الماجد دریابادی)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کر بعد اس کے کہ تو ہمیں سیدھی راہ دکھا چکا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو تمام لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن جس کے وقوع میں (ذرا) شک نہیں۔ بیشک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں جاتا۔ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔ اور یہی لوگ آگ کے ایندھن ہوں گے۔ جیسا کہ معاملہ فرعون والوں کے ساتھ اور ان سے قبل والوں کے ساتھ (ہوا) انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا سو اللہ نے ان کی گرفت کی ان کے گناہوں کے باعث اور اللہ بڑا سخت سزا دینے والا ہے۔ آپ (ان) کفر والوں سے کہہ دیجئے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

تفسیر۔ یعنی ہم کو اس صراط مستقیم پر قائم رکھ اور ہمارا حال کہیں یہود و نصاریٰ کا سا نہ ہو جائے جو کتاب و نبوت کے بعد بھی گمراہ ہو گئے۔ یہ ساری دعا الراسخون فی العلم کی زبان سے ہے۔ یعنی علم دین میں پختہ کاروں کی زبان سے۔ یہ لوگ اپنے رسوخ فی العلم اور پختہ کاری پر نازاں نہیں ہوتے بلکہ اس نعمت کے زوال سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔

مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً انھیں خود اپنے کسی عمل پر ناز یا دعویٰ نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہتے کہ ہمیں ہمارے حسن عمل کے انعام میں راہ راست پر قائم رکھ بلکہ کہتے ہیں کہ محض اپنے فضل و کرم، لطف و عنایت سے راہ ہدایت پر مستقیم رکھ

ای من عندک ومن قبلک تفضلا لا عن سبب

بالدین وبالایمان (قرطبی)

گویا اس میں ادب دعا کی تعلیم آگئی

رحمۃ کا صیغہ نکرہ اس کی عظمت اور بڑائی کے لئے ہے

والتنوین للتفخیم (روح)

(خدا) الٰہی کے لئے اس درخواست کو قبول کر لینا مشکل کیا ہے۔

مفسر قرطبی نے کہا ہے کہ جاہل صوفیہ اور باطنیہ زنادقہ نے اس آیت سے یہ من گھڑت مسئلہ نکالا ہے کہ علم وہی ہے جو اللہ کی طرف سے محض وہبی ہو اکتسابی نہ ہو اور علم کتابی حجاب کے حکم میں ہے

(اس لئے قیامت کا آنا برحق اور بندوں کو اس کی یاد اور اس کا اہتمام ضروری)

مومنین کاملین کی یہ دعائیں خوف آخرت سے ہوتی ہیں کسی مادی دنیوی غرض سے نہیں۔

جَامِعُ النَّاسِ ۔ یعنی لوگوں کی موت کے بعد اٹھانے والا اور اکٹھا کرنے والا۔

ای باعثھم ومحییھم بعد تفرقھم (قرطبی)

(جیسا کہ بعض جاہلی قوموں اور فرقوں نے گمان کر رکھا ہے)

جاہلی قوموں کے عجیب معتقدات میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ خدا کے لئے جائز ہے کہ وعدہ کر کے بھول جائے یا وعدہ کا ایفاء اسے خلاف مصلحت نظر آئے اور اس لئے اسے ٹال جائے اور افسوس ہے کہ بعض مسلمان کہلانے والے فرقوں نے ان خرافات میں ان کی تقلید شروع کر دی ہے خلف وعید کا مسئلہ جو اہل سنت کے ہاں ہے وہ اس سے بالکل الگ ہے اور اس سے حق تعالیٰ کی شان میں کوئی منقصت نہیں نکلتی بلکہ عظمت و مکرمت کچھ اور بڑھ ہی جاتی ہے۔

(عالم آخرت میں)

النَّارِ ۔ یعنی آتش جہنم۔ جہنم کے عذاب آتشیں پر توریت و انجیل کے حوالے پارۂ اول میں گزر چکے آیۂ کریمہ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ کے تحت میں۔

مِنَ اللَّهِ ۔ یعنی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گے

ای من عذاب اللہ (قرطبی)

لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ ۔ بعض جاہلی قوموں کا ایک عقیدہ یہ بھی رہا ہے کہ اولاد نرینہ اگر مرے ہوئے باپ کی طرف سے دان پن کر دے تو والدین کی نجات ہو جائے گی خواہ وہ ایمان سے محروم ہی دنیا سے اٹھے ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ سوال ہوا ہے کہ کون سے کافر یہاں مراد ہیں۔ اور مختلف جوابات دیئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ الفاظ قرآنی عام ہیں، کافروں کی ہر صنف و نوع پر شامل ہیں

الظاھر ان المراد منھم جنس الکفرۃ الشامل لجمیع الاصناف (روح)

(مجرموں اور باغیوں کو)

ذُو انْتِقَامٍ پر حاشیہ ابھی گزر چکا ہے۔

اللہ کوئی بے بس اور عاجز قسم کا حاکم نہیں کہ بندوں کو ہر ظلم و عدوان کا مرتکب دیکھے اور پھر دم نہ مارے۔ وہ جب بالآخر سزا دینے پر آجاتا ہے، تو سب کو پتا چل جاتا ہے کہ کوئی گرفت اس کی گرفت سے شدید تر و الیم تر نہیں۔

كَدَأْبِ ۔ دأب کے معنی حالت یا حال کے ہیں۔

الدأب العادۃ والشان (قرطبی)

کہ۔ یہ مطلب بے سود ہونے میں ہے گویا تارنجی استشہاد ہے کہ جس طرح انہی میں فرعونیوں کے کام ان کا مال اولاد کچھ نہ آسکا اور عذاب الٰہی سے انھیں کوئی چیز نہ بچا سکی، اسی طرح ان کافروں کے حق میں بھی یہ ساری مادی سہارے بالکل عبث و لا حاصل ثابت ہوں گے

آلِ فِرْعَوْنَ ۔ فرعون اور فرعونیوں پر مفصل حاشیے پارۂ اول میں گزر چکے ہیں، فرعونیوں کی ہلاکت کے ذکر میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ ان کی ہلاکت مسیحیوں کو مسلم تھی اور سورۃ کا روئے سخن خاص طور پر مسیحیوں کی ہی جانب ہے۔

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۔ یعنی وہ نافرمان قومیں جو عہد موسوی سے بھی قدیم تر ہوئی ہیں۔

آيَاتِنَا ۔ یہ نشانیاں خواہ آسمانی صحیفوں اور نوشتوں کی صورت میں ہوں، یا معجزات و خوارق نبوت ہوں یا دلائل توحید ہوں۔

یحتمل ان یرید الایات المتلوۃ ویحتمل ان یرید الایات المنصوبۃ الدالۃ علی الوحدانیۃ (قرطبی)

اما المتلوۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ او العلامات الدالۃ علی توحید اللہ تعالیٰ وصدق انبیائہ (روح)

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۔ اور انھیں ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں مع ان کی ساری عظمت و شوکت کے نیست و نابود کر دیا۔ خطاب دین حق سے بغض و عناد رکھنے والوں سے ہے رسول کے واسطے سے۔

تُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۔ کا تعلق تو ظاہر ہے کہ آخرت ہی سے ہے سوال آیت کے جزو اول ستغلبون سے متعلق ہے کہ معاصر دشمنان دین کی اس مغلوبیت و مقہوریت کا تحقق کہاں ہوگا؟ آخرت میں تو خیر ہو ہی گا لیکن آیا اس کے قبل اہل حق کے ہاتھوں سے اسی دنیا میں بھی؟ اہل تفسیر نے بالاتفاق اس کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ اور تصریح کی ہے کہ اس کا وقوع عنقریب اسی دنیا میں ہوگا۔ چنانچہ ہوا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ باقی یہ کہ اس سے کافروں کا کون سا گروہ متعین طور پر مراد ہے۔ بعض نے پیش گوئی کا مصداق بدر میں مشرکین مکہ کی ہزیمت کو ٹھہرایا ہے۔

المراد مشرکی مکۃ (معالم۔ عن مقاتل) قل لمشرکی مکۃ ستغلبون یعنی یوم بدر (بیضاوی) قیل نزلت فی قریش قبل بدر بسنتین (بحر)

لیکن اکثر نے مدینہ میں یہود کے پے در پے شکستوں اور جرگوں کی شکست دیا لی مراد لی ہے۔

یعنی الیھود ای تھزمون (قرطبی عن ابن عباس) فالمراد من الموصول الیھود (روح)

ستغلبون میں سین قرب وقوع کے لئے ہے یعنی اسی دنیا میں اس کا مشاہدہ ہو کر رہے گا۔

والسین لقرب الوقوع ای ستغلبون عن قریب والمراد منہ فی الدنیا (روح)

بہتر یہ ہوگا کہ لفظ کے اطلاق کو عام رکھا جائے اور مشرکین جو بھی رسول اللہ (صلعم) کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ خوار و مغلوب

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

کلام خیر الانام

ذکر الٰہی

شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا صاحب، مدظلہ العالی

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت ہی ہیں، مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنا لوں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے ایک اور حدیث میں ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی وہ یہ تھی میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا اس وقت رخصت کے وقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انھوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑ لوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین دنیا کی بھلائی مل جائے ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو۔ چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گڑبڑ میں مبتلا ہو جائے رطب اللسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللسان ہے مگر بندہ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آ جائے۔ میں نے اپنے

بعض بزرگوں کو کثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی حلاوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اسکو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چمک ہو اور زبان کثرت ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت کی ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والا اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں۔ اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتا دیں آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بنایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو۔ اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہو۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی

ذکر اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے اعضاء اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں ہے حضرت سلمانؓ سے جس آیت کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت ہے صاحب مجالس کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے افضل اس وجہ سے فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اسی کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور قلبی جو زبان سے زیادہ افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی ہے اس حدیث سے مراد جس میں آیا ہے ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے اسی تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں ستر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہنچا دیتا ہے۔

یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا مصیبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبہ کا حقدار ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہنا چاہئے کہ وہ اسی وجہ سے وہ درجات عالی حاصل کر سکتے ہیں

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

بارگاہ نبوت میں اردو شعراء کی نذر عقیدت

از مولانا ابو الحسن علی ندوی

نعت گوئی اور عشق رسول ﷺ اور شوق مدینہ ہندوستانی شعراء کا محبوب موضوع رہا ہے۔ فارسی ...ری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے موثر نعتیں ...دو ہی میں ملتی ہیں۔ عشق رسول ﷺ اور سرزمین حجاز سے ...ری وابستگی اور شیفتگی ہندوستانی اسلامی ملت کے ...اج و عناصر ترکیبی میں شامل ہوگئی۔ اور اسی کی بدولت ...نے آٹھ سو برس تک اپنے جوہر کی حفاظت کی اور ...ی کی وجہ سے قوم پرستی یا وطن پرستی کی غالی تحریکیں ...مادیت کا سیلاب کبھی اس کو خس و خاشاک کی طرح ...نہیں سکا۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز مقدس ...سے اس نے اپنے تعلق و ارادت کا اس طرح اظہار کیا ...ہے کہ قوم پرستی کے پرجوش علمبرداروں نے بعض اوقات اس کو اس کا طعنہ دیا ہے کہ اس ملت کا جسم سرزمین ہند میں رہتا ہے اور اس کا دل و روح سرزمین حجاز میں اور یہ یہاں پیدا ہونے اور یہیں مرنے کے باوجود ہمیشہ مدینہ کی گلیوں کا خواب دیکھتی رہتی ہے اور زبان قال اور زبان حال سے ہمیشہ یہی صدا بلند کرتی رہتی ہے کہ ۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ہندی مسلمانوں کا سرزمین حجاز سے عموماً اور خاک یثرب سے خصوصاً ایسا گہرا تعلق اور روحانی عشق ہے کہ ان کو وہاں مرنے کی آرزو اور وہاں کی زمین میں دفن ہونے کی تمنا رہتی ہے۔ انیسویں صدی کے ایک مشہور ہندوستانی شاعر کرامت علی شہیدی متوفی (۱۲۵۶ھ) نے یہاں تک کی تمنا کی ہے کہ اگر ان کی لاش وہاں کی پاک سرزمین میں دفن ہونے کے قابل نہ ہو تو اس صحرا کے جانوروں کا لقمہ ہی بن جاتی۔ ان کے اس قصیدہ کے دو مشہور شعر ہیں ؎

مدینہ کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام و دد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

محفل کا افتتاح ہوا تو سب سے پہلے حضرت امیر مینائی کو جگہ دی گئی۔ ان کی نعت کے یہ شعر جن میں واقعہ نگاری، اہل زبان کی فصاحت محاورات کے لطف کے ساتھ خاص ترنم اور بحر کی موزونیت بھی تھی، پڑھے گئے تو سماں بندھ گیا۔ اور ساری محفل کیف ہوگئی۔

خلق کے سرور، شافع محشر، صلی اللہ علیہ وسلم
مرسل داور، خاص پیمبر، صلی اللہ علیہ وسلم
نور مجسم نیر اعظم، سرور عالم، مونس آدم
نوح کے ہمدم، خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم
دولت دنیا خاک برابر، ہاتھ خالی دل کے تونگر
مالک کشور، تخت نہ افسر، صلی اللہ علیہ وسلم
چشمہ جاری، خاصہ باری، گرد سواری باد بہاری
آئینہ داری، فخر سکندر، صلی اللہ علیہ وسلم
ہر سے معمور ریشہ ریشہ نعت امیر اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ دن بھر شب بھر، صلی اللہ علیہ وسلم

امیر مینائی کے بعد ان کے معاصر اور اردو کے نامور نعت گو حضرت محسن کاکوروی کی باری آئی جنھوں نے اپنی ساری زندگی ذہانت و علمیت اور ادبی صلاحیتیں نعت گوئی کے لئے وقف کر دی تھیں، یہاں تک کہ مشہور ہے کہ داہنے ہاتھ سے جس وقت وہ نعت لکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی اور چیز لکھنا پسند نہیں کرتے تھے، حاضرین نے ادب سے عرض کیا کہ حضرت کا کلام صنائع بدائع اور تلمیحات سے ایسا پُر ہوتا ہے کہ متبحر علماء اور دقیق النظر ادیبوں کے سوا کوئی پورے طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتا اس لئے کوئی ایسا قطعہ پڑھا جائے جو زبان کے لطف اور محاورات کی چاشنی کے ساتھ پورے طور پر ہماری سمجھ میں آجائے۔ حضرت محسن نے وہ اشعار پڑھے جن میں جبرئیل امین کے آنے، آپ کو بیدار اور براق پر سوار کر کے معراج میں لے جانے کا نقشہ کھینچا ہے، حاضرین محفل زبان کے لطف اور قدرت بیان سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔

آداب سے آپ کو اٹھایا
یا اپنے نصیب کو جگایا
بیدار ہوئی جو چشم حق بیں
آمد ہوئی خلل خواب شیریں
دیکھا کہ عجیب ماجرا ہے
گھر برج قمر بنا ہوا ہے
انشائے رموز غیب مخبر
ہونے کو ہے نہیں یہ دن کبھی پھر
سونا کبھی ہو نہ ہو جگانا
لیتا رہے کروٹیں زمانہ
طالع میں نہیں یہ شب کسی کے
اختر سو بار سو کے جاگے
ہوگی نہ یہ پھر زمین کی توقیر
مٹی ہو ہزار بار اکسیر
انوار کا ہے ورود پیہم
تاروں کی برس رہی ہے شبنم
جبرئیل ہیں اور براق بھی ہے
قاصد بھی ہے، اشتیاق بھی ہے

مولانا محسن کے بعد خواجہ الطاف حسین حالی کی باری آئی جن کا مسدس بچہ بچہ کی زبان پر ہے حاضرین نے عرض کیا کہ اگرچہ مسدس کے نعتیہ اشعار ہزار بار سنے ہیں لیکن پھر ایک بار سننا چاہتے ہیں کہ ان کی سادگی میں غضب کی تاثیر اور اس شاعری میں واقعات اور حقائق کی سچی تصویر ہے، یہ فرمائش پوری کی گئی اور مسدس کے ان مشہور اشعار سے محفل جھوم اٹھی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ
خطاکار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا
پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی
نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جس کی
طبیعت میں جو اس کے جوہر تھے اصلی
ہوئے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی
یہ تھا ثبت علم قضا و قدر میں
کہ بن جائے گی وہ طلا اک نظر میں

مولانا حالی کے بعد ایک نوجوان شاعر مسند کی طرف بڑھا، اپنے لباس اور شکل و صورت سے وہ پنجاب کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مولانا حالی نے اس نوجوان کا استقبال نوجوانوں سے بڑھ کر کیا۔ اور اس کو محبت و توقیر کے ساتھ بٹھایا۔ محفل کے بعض گوشوں میں یہ بات کہی گئی کہ یہ اردو کا سب سے بڑا نعت گو شاعر ہے اور اس کے کلام سے بڑھ کر کسی نعت میں الفاظ کا شکوہ اور بندش کی چستی نہیں ملتی۔ یہ ظفر علی خاں تھے۔ پہلے تو لوگوں نے ان سے ان کی اس نظم کے سننے کی فرمائش کی جو ان کے ابتدائی زمانہ کا کلام ہے لیکن مدتوں اس سے اسلامی مدارس و محافل کا افتتاح کیا جاتا رہا۔

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈھے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

جب یہ نظم ختم ہوئی تو حاضرین نے ان سے ایک دوسری نعت کی فرمائش کی اور وہ اس طرح نغمہ سرا ہوئے۔

اے کہ ترا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکوٰۃ
تیری جبیں سے آشکار پرتو ذات کا فروغ
اور ترے کوچہ کا غبار سرمۂ چشم کائنات
بارگہ الست سے بخش دیئے گئے تجھے
سب ملکی تصرفات، سب فلکی تجلیات
چہرہ کشا کرم ترا قاف سے تا بہ قیرواں
لطف ترا کرشمہ سنج کعبہ سے تا بہ سومنات
تیرے سلام کے لئے گلشن قدس کے طیور
گھوم رہے ہیں ڈال ڈال جھوم رہے ہیں پات پات
دیکھتے ہی ترا جلال کفر کی صف الٹ گئی
جھک گئی گردن ہبل ٹوٹ گیا طلسم لات
آنکھ کے اک اشارہ میں تو نے معاً بدل دیئے
ذہن کے سب تصورات قلب کے سب تاثرات
چون و چگونہ و چرا تا بکجا و تا بکے
حل کئے ایک بات میں تو نے یہ سرمدی نکات
غیر کو خویش کر دیا نیش میں نوش بھر دیا
یوں ہی درست کر دیئے بگڑے ہوئے تعلقات
کیا ہی وہ انقلاب تھا ڈھل گئے جس میں ایک ساتھ
زمزم و دیر و دمشق و یمن و دہلی و ہرات
از سر نو لیا گیا دورۂ آدم ارجمند
اٹھ گئی قید خون و رنگ مٹ گیا فرق نسل و ذات
شان خدائے پاک تھی یثربیوں کی سادگی
جس پہ نثار ہو گئے سب عجمی تکلفات
تیری ثنا میں تر زباں ہو گیا جو مری طرح
اس کی قلم میں آ گئی شان روانی فرات
پست و بلند کے لئے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ
اے کہ رواں رواں ترا درد میں ہے بسا ہوا
کس کو ترے سوا سنائیں جا کے ہم اپنی مشکلات
سر پہ اندھیری رات ہے ٹھہری ہے بیچ میں ناؤ
موج بلا ہے تاک میں دور ہے ساحل نجات
تھام کے پایۂ عرش کا کہہ بہ ادب یہ التجا
اے کہ ہے مبدء فیوض ایک نظر کی ہو زکوٰۃ
بندے بھلے ہیں یا برے تو تو ہے اے خدا کریم
قطع ہو کیوں کرم کا سلسلۂ نوازشات
مورد لطف خاص پر کس لئے آج یہ عتاب
ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشم التفات

ظفر علی خاں کے کلام کی برجستگی، فارسی بندش کی چستی اور شکوہ الفاظ کو سن کر حاضرین محفل کو بے اختیار اقبال احمد خاں سہیل یاد آگئے۔ ان دونوں کو ایک ہی درسگاہ سے نسبت اور ایک ہی استاد سے تلمذ تھا اور دونوں نے ان سے فارسی کے مذاق سلیم کی وراثت پائی تھی، حاضرین نے ان سے ان کے مشہور نعتیہ کی جس کا مطلع ہے۔

کرے تار نفس لاکھ اپنی سعی امکانی
رفو ہوتا نہیں اب صبح کا چاک گریبانی

کے کچھ اشعار سنانے کی فرمائش کی، انھوں نے حسب ذیل شعر پڑھے اور سخن شناس حاضرین محفل نے پرجوش داد دی۔

محمدؐ یعنی وہ حرف نخستیں کلک قدرت کا
محمدؐ یعنی وہ املائے توقیعات ربانی
وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زنگاری گردوں
وہ امی جس کے آگے عقل کل، طفل دبستانی
وہ رابط عقل و مذہب کو کیا شیر و شکر جس نے
وہ فاروق، زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی
وہ ناطق جس کے آگے مہر برلب جبریل سدرہ
وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد خلق ربانی
وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے
غبار مسکنت ہو یا وقار تاج سلطانی
وہ جامع جس نے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے دانے
مٹا دی جس نے آکر باہمی تفریق انسانی
وہ گنجور معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکات فلسفی، اسرار نفسی، راز عمرانی
وہ کشاف سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں
علوم اولین و آخریں کا گنج پنہانی

حاضرین نے ان سے ان کی مشہور نظم "موج کوثر" کے بھی چند اشعار پڑھنے کی فرمائش کی۔ امیر مینائی اور مولانا ظفر علی خاں نے بھی جنھوں نے اسی بحر و ردیف و قافیہ میں نظم لکھی ہے تائید کی انھوں نے حسب ذیل اشعار پڑھے اور ساری محفل درود و صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے گونج اٹھی۔

احمد مرسل فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر اول، مرسل خاتم، صلی اللہ علیہ وسلم
جسم مزکیٰ روح مطہر قلب مجلیٰ نور مقطر
حسن سراپا، خیر مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم
نوع بشر کو جس نے سکھائی دین کی دولت جس نے لٹائی
پرتو توحید کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم
باغ جہاں کا حارس نامی جس نے مٹائی رسم غلامی
پھر سے سنوارا گلشن آدم، صلی اللہ علیہ وسلم
بزم ملل میں نظم ملت خاک کے بکھرے ذرے ملائے
اس نے کئے سب یک جا منظم، صلی اللہ علیہ وسلم
وہم کی جڑ زنجیر کو توڑا، رشتہ ایک خدا سے جوڑا
شرک کی محفل کر دی برہم، صلی اللہ علیہ وسلم
فرد و جماعت، امر و اطاعت کتنے تھے عقدے
حل کئے جو اسرار تھے مبہم، صلی اللہ علیہ وسلم
ربط و تصادم، نوع و تحکم، فکر و تنظیم، اصول و ترحم
سب کے حدود بتائے باہم، صلی اللہ علیہ وسلم
حفظ مراتب، پاس اخوت، سعی و توکل، رزق و قناعت
تلک حدود اللہ میں منظم، صلی اللہ علیہ وسلم
ارض و سما میں آیۂ رحمت، روز جزا میں سایۂ رحمت
اس کے لوائے حمد کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم
راہ میں کانٹے جس نے بچھائے، گالی دی پتھر برسائے
اس پہ چھڑکی پیار کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم
فقر و غنا دونوں کا سلطاں، روح و بدن دونوں کا درماں
دین کا اور دنیا کا سنگم، صلی اللہ علیہ وسلم

حاضرین مجلس نے حضرت امجد حیدرآبادی سے کچھ سنانے کی فرمائش کی جو رنگ ان کا کلام سن چکے تھے انھوں نے اس نظم میں سفر ہجرت کا نقشہ کھینچا ہے اور امجد نے سادگی و پرکاری کا ایک نمونہ پیش کیا ہے، کچھ پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، امجد نے حسب ذیل اشعار سنائے۔

چلی صحن کعبہ سے باد بہاری
مدینہ کو جاتی ہے گل کی سواری
ہوئی رخصت رحمت رب باری
ہر اک غم سے کرتا ہے فریاد و زاری
کوئی کہہ رہا ہے حبیبؐ کو سنبھالے
ادھر دیکھ بیٹا ادھر جانے والے
ہے دریائے خوں چشم زمزم سے جاری
سیاہ حرم میں ہے اک سوگواری
ہر اک دل میں ہے برق سی بیقراری
ہر اک صدا ہے کہ سن لے ہماری
نہ جا ہم سے منہ موڑ کر جانے والے
یہاں کون ہم بیکسوں کو سنبھالے
صفا اور مروہ کا دل ہوا پارہ پارہ
وہ بجلی گری پھٹ گیا سنگ خارا
چھپا غم سے کعبہ سیہ پوش سارا
تڑپ کر یہ غار حرا نے پکارا
کہاں تو چلا میرے نازوں کے پالے
پھر آ میری آغوش میں جانے والے

لوگوں کی نظر حفیظ جالندھری پر پڑی، حاضرین نے شاہنامۂ اسلام کا سلام سنانے کی فرمائش کی جو مقبول خاص و عام ہے، حفیظ نے یہ چند اشعار خوش دلکش و پرسوز لہجہ میں پڑھے اور محفل کا سماں بندھ گیا۔

بقیہ صفحہ ۲۲ پر

اُمّت کی بقا عقیدۂ ختمِ نبوّت سے وابستہ ہے

(مولانا محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی)

اس امت کی اس بے نظیر اور معجزانہ استقامت کا اور اس کی بقا کا راز کیا ہے؟ جو شخص تاریخ امت اور اجتماعی نفسیات سے ذرا بھی واقفیت اور غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہے وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ اس کا راز عقیدۂ ختم نبوت ہے۔ فلسفیوں کی مغالطہ انگیزیاں، یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیاں اور فریب کاریاں، فاسقانہ تمدنوں کی سحر طرازیاں، سب نے اسے دعوتِ ضلال دی، مگر اس نے کسی طرف التفات نہیں کیا۔ یہ خارجی حملے تھے، داخلی دشمنوں کا دسیسہ کاریاں اس سے بڑھ کر تھیں، منافقوں کے ایک گروہ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو گھٹانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امت کی وفاداری کو متزلزل کرنے کے لئے عقیدۂ امامت اختراع کیا اور ایک دو نہیں پورے بارہ اشخاص کو خاتم النبیین کے مقابلہ میں لا کر ختم نبوت کے عقیدہ پر پشت کی جانب سے وار کرنے کی کوشش کی لیکن امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا، اور عقیدۂ امامت کو اس نے نہایت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ جھوٹے اور مفتری مدعیان نبوت سے بھی اسے بکثرت واسطہ پڑا مگر اس نے ان کے دعوات [illegible] کے ادھر کان بھی نہیں دھرا۔ صرف اتنا ہوا کہ امت کے وہ افراد جن کے دل نفاق سے زہر سے مسموم و ماؤف ہو چکے تھے اور جو امت کے جسم کے فضلات یا خبیث مادے اور بدگوشت کی حیثیت رکھتے تھے، مفسد دلی اور فتنہ انگیزوں کے دام فریب میں مبتلا ہو کر امت سے خارج ہو گئے لیکن بحیثیت مجموعی امت کا جسم بدستور سلامت رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخری نبی سمجھتی ہے، قرآن مجید کو خاتم الکتب اور اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایت نامہ جانتی ہے اس لئے اسے کسی نئے ہادی یا ہدایت کا انتظار نہیں رہا اور اگر کسی نے دعویٰ کیا [illegible] تو نہ اس کی صداقت کا [illegible] پیدا ہوا بلکہ اس نے اس کی آواز سنتے ہی اسے کذاب اور مفتری سمجھ لیا۔ اور اس کی گمراہ کن باتوں سے ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوئی بلکہ کتاب و سنت کے ساتھ اس کی وابستگی اور زیادہ قوی ہو گئی۔

امم سابقہ میں چونکہ ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا اس لئے اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ ان کی وابستگی اور وفاداری اس قدر مستحکم اور قوی نہیں تھی نہ ہو سکتی تھی۔ انھوں نے جس طرح ہادیوں کی اتباع کی اسی طرح رہزنوں کی آواز پر لبیک کہا۔ یہاں تک کہ اپنی کتابیں بھی گم کر دیں۔ اور اپنے انبیاء کی سنت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں، اس طرح اجتماعی خودکشی کر کے صفحۂ ہستی سے محو ہو گئیں۔

امت محمدیہ کی خاتم الکتب اور خاتم النبیین کی وفاداری اور امم سابقہ کی بے وفائی دونوں باتیں اجتماعی نفسیات کے صحیح اور یقینی اصول پر مبنی ہیں اور ان کا راز ختم نبوت کے عقیدہ میں پنہاں ہے۔ یہ نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اس امت کی بقا اس کے عقیدۂ ختم نبوت سے وابستہ ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو یہ امت بھی باقی نہ رہتی۔

بقائے امت کے ساتھ اس عظیم الشان اور اہم عقیدے کے گہرے اور قوی تعلق پر ایک دوسرے پہلو سے بھی نظر کیجئے، ایک جانی اور مانی ہوئی حقیقت ہے کہ اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حفاظت کی اور بقا کے لئے جیسی کوشش اور جیسا اہتمام امت محمدیہ علیہ الف الف تحیہ نے کیا ہے، اس کی نظیر بلکہ اس کی چوتھائی کی نظیر بھی کسی امت اور کسی قوم میں نہیں مل سکتی جس کا اثر یہ ہے کہ کتاب و سنت اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا آج ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امانت ہمارے سپرد فرمائی ہے۔ اپنے ذہن سے پوچھیے کہ امت کی اس خصوصیت کی وجہ کیا ہے؟ کیا امم سابقہ مثلاً یہود و نصاریٰ کو اپنی کتابیں اور اپنے انبیاء عزیز نہ تھے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے اس کا چوتھائی اہتمام ان کے تحفظ کے لئے نہیں کیا؟ اس کا جواب بھی یقیناً آپ کو عقیدہ "ختم نبوت" کے جلی عنوان کے تحت ملے گا۔ دوسری امتوں نے یہ تمام اہتمام اس لئے نہیں کیا کہ انھیں دوسرے انبیاء کے آنے کی توقع تھی۔ وہ سمجھتی تھیں کہ اگر یہ ہدایت گم ہو جائے گی تو دوسری ہدایت آجائے گی۔ یہ نبی نہ رہیں گے تو دوسرے نبی آجائیں گے اور دین کی حفاظت بھی کریں گے۔ اگر یہ کتاب گم ہو جائے گی تو دوسری کتاب آجائے گی یا دوسرے نبی اس کتاب کی دریافت کریں گے اس اطمینان کی وجہ انھوں نے اس سرمایہ کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا بخلاف اس کے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ آخری کتاب آچکی۔ آخری نبی ظاہر ہو چکے، اگر اس کتاب کو یا ان نبی کی سنت کو گم کر دیں گے تو کبھی ہدایت نہ پا سکیں گے۔ اس لئے انھوں نے ان دونوں کی حفاظت و بقا کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر دی اور اتنا اہتمام کیا کہ ان دونوں کی ایسی حفاظت کی کہ جو آپ اپنی نظیر ہے، اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہوتا تو یہ امت بھی کتاب و سنت کی حفاظت کا ایسا اہتمام نہ کرتی اور امم سابقہ کی طرح ان دونوں سے محروم ہو کر وادی ہلاکت میں برباد ہو جاتی۔ بے شک اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہ ہو جاتی تو یہ امت بھی ختم ہو جاتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ وفاداری:- مندرجہ بالا دلیل

کا یہ نتیجہ صریح بھی قابل ذکر ہے کہ امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا تھا اس کا وجود ختم نبوت کی ضرورت و حکمت کی برہان جلی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہ ہو جاتی اور باب نبوت آں حضور کے بعد بالکل بند نہ ہو جاتا تو امت میں یہ جذبۂ وفا اس قدر طاقتور نہیں ہو سکتا تھا کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی باقی رہتا اور اگر یہ جذبہ اس قدر طاقتور نہ ہوتا تو یہ امت بھی باقی نہ رہتی۔ رحمت کردگار کا تقاضہ یہی ہوا کہ اس امت کے جو مختلف النسل، مختلف المزاج، مختلف الوطن اقوام و افراد کا مجموعہ ہے، اپنے نبی اور اپنی کتاب کیساتھ وفاداری کا اس قدر قوی جذبہ عطا کیا جائے جو اسے قیامت تک جادۂ استقامت پر قائم رکھے۔ حکمت الٰہیہ نے تجویز فرمایا کہ اسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بنا دیا جائے اور باب نبوت کو ان کے بعد بالکل مسدود و مقفل کر دیا جائے تاکہ اس امت کی وفاداری کا جذبہ منقسم ہو کر کمزور نہ ہونے پائے اور طاقت ور سے طاقت ور طوفان اس کوہ استقامت کو جنبش نہ دے سکے۔ یہودیت و نصرانیت بنو اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھیں، اور ہر نبی کے ساتھ ان کی وابستگی کا محرک صرف دین نہیں بلکہ نسلی کا رابطہ بھی تھا، مگر باوجود اس کے بکثرت انبیاء کی آمد و رفت کی وجہ سے ان کی وفاداری منقسم ہو کر کمزور ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ دین ہی کو ضائع کر بیٹھے۔ پھر یہ امت جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درحقیقت صرف روحانی اور دینی تعلق ہے جادۂ وفا پر کس طرح مستقیم رہ سکتی تھی۔

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

تحریر: مصطفیٰ لطفی منفلوطی — ترجمہ: مولوی شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق اور آپ کی بے مثال خوبیاں جس کی مکمل مثال آپ ہی ہیں کسی اور انسان قائد و حکمران، حکیم و فلسفی میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کی یہ خوبیاں زمین و آسمان، ہوا اور پانی سے خلاف عادت پیش آنے والے معجزات سے بڑھ چڑھ کر موثر اور دل میں اتر جانے والی ہیں۔

آپ کے علم و حلم، صبر و بردباری، ایثار، خاکساری، آپ کی سچائی و حقیقت پسندی نے عربوں کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کیا جتنا کہ کنکریوں کی تسبیح خوانی، شق القمر، درخت کی حرکت، پتھر کی نرمی، کے معجزوں نے متاثر کیا اگر آپ کے ذاتی کمالات نہ ہوتے تو معجزات اس بلند مقصد کو نہ پورا کرتے جس کے لئے آپ تشریف لائے تھے اور نہ عربوں کے ذہنوں میں وہ اثر چھوڑتے۔ آپ عالی ہمت و بلند حوصلہ تھے ایک سخت ظالم اور شر پسند قوم کو توحید کی دعوت دینے میں آپ نے ان کی مزاجی کیفیت کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اس لئے عربوں کی ساری ناشائستہ حرکتوں اور ان کے مذاق و تمسخر کے باوجود آپ نے فرمایا۔ اے قریش کے لوگو! تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تم اس دعوت سے مانوس ہو جاؤ گے جس سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہو، تم اس کو پسند کرو گے جس کو ناپسند کر رہے ہو، تم اس کو اپنے دل و دماغ میں بسا لو گے جس کے سننے کے بھی روادار نہیں۔

آپ اس سے کچھ بھی نہ گھبرائے نہ پریشان خاطر ہوئے کہ آپ ہی کی قوم آپ ہی کے خاندانی لوگ آپ کے درپے آزار ہیں، حقیر و ذلیل سمجھ رہے ہیں، سر پر کوڑا پھینکتے ہیں، غلاظت ڈالتے ہیں ڈھول بجواتے ہیں، آپ نماز میں مشغول ہیں آپ کے اوپر بکری کی آنت اونٹ کی کھال ڈالدیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر آپ کے تیور نہیں بدلتے۔ آپ غصہ نہیں ہوتے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے یہ الفاظ آپ کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اے اللہ میری قوم کو معاف فرما وہ نہیں سمجھتے۔ آپ بلند ہمت مضبوط و قوی دل اور اونچی امنگوں و امیدوں والے تھے۔ پورے تیرہ سال تک اپنی قوم میں رہے اور ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے مگر چند اشخاص کے علاوہ اس دعوت کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ تاہم آپ جی نہ اکتائے اور نہ مایوسی آپ کے قریب پھٹکنے پائی پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ آپ فرماتے ہیں۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں تب بھی میں اس دعوت کو نہ چھوڑوں گا۔ تا آنکہ اللہ اس کو غالب فرمائے یا میں اس کے پیچھے اپنی جان دے دوں۔

آپ عزم و استقلال کی اسی شان پر قائم رہے جب فراست نبوت نے یہ بھانپ لیا کہ مکہ میں یہ دعوت ترقی نہیں کر سکتی اور اس کے افق سے یہ سورج نکلنا مشکل ہے۔ آپ نے وہ سب کچھ چھوڑ کر جس سے آدمی کو فطری محبت و تعلق ہوتا ہے مدینہ کا رخ کیا۔ آپ ہی تو اسلامی دعوت کی رکی ہوئی چکی میں حرکت پیدا ہوئی گرد و غبار کے پردوں کو چیر کر حق کا سورج دھیرے دھیرے چمکنے دمکنے لگا۔

ہجرت کے اس تاریخی دن سے اسلامی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے کیوں کہ یہ اسلام کا ایک بڑا مظہر ہے۔ یہ ہجرت مسلمانوں کی عید بن گئی۔ ہر سال مسلمان خوشی خوشی مناتے ہیں کیوں کہ حق پر ثابت قدمی اور جہاد فی سبیل اللہ کی یہ ایک اچھی یادگار تھی۔

ہجرت کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی پریشانیوں اور مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کی قوم ہجرت نہیں کرنے دینا چاہتی تھی اس خوف سے کہ آپ کو مدینہ پہونچ کر مددگار و معاونین حاصل ہو جائیں گے۔ جو آپ کی دعوت قبول کریں گے۔

قریش یہ محسوس کر رہے تھے کہ آپ حق پر ہیں، حق کے طالب ہیں اور حق پسندوں میں حق کے داعی کو حق ماننے والوں کا ملنا یقینی ہے چنانچہ انھوں نے اپنے سی آئی ڈی۔ اور جاسوس آپ کے پیچھے لگا دیے ہجرت کی رات آپ نے اپنے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے آپ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر ہو چٹانوں پر چڑھتے غاروں اور کھوہوں میں اترتے ہوئے دور دراز نشیبی علاقوں میں اپنے کو نظروں سے بچاتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ آپ کی تلاش ختم ہو گئی۔ حق پر ثابت قدم رہنے کی برکت سے اپنے مقصد کو پا لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہی نمونہ ایسے اخلاق کے حامل کرنے اور بہترین اطوار عادات سے وابستہ ہونے کا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنی سیرت کو بھی آپ کی سیرت کے سانچہ میں ڈھالیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس مدرسۂ نبوت سے صدق و صفا اور اخلاق و عمل کا سبق سیکھیں اپنے مقصد پر جم کر ثابت قدم رہنا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ آپ کی زندگی سے یہ سبق حاصل کریں۔ حق کے راستہ میں ہر طرح جہد و باطل پر غالب آنے کا سبب بنتا ہے۔ ہمیں یونان کے فلسفیوں اور روم کے حکماء کی سیرت کی ضرورت نہیں۔ ہماری تاریخ میں خود ایک ایسی زندگی کا نمونہ ہے جو محنت و جوشش عمل سے معمور، صبر و ثبات، محبت و رحمت کی دولت سے مالا مال حکمت و سیاست حقیقی عزت کمال و انسانیت کے انمول موتیوں سے لبریز ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔

بقیہ مضمون صفحہ

اس وفاداری کو قوی بنانے اور قائم رکھنے کا ذریعہ صرف یہی تھا کہ خاتم النبیین کا تاج کرامت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر رکھ دیا جائے اور آپ کے بعد بعثت کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ یہی وہ شے ہے جو امت کے جذبۂ وفاداری کو غذا دے کر اسے زندہ و قوی رکھتی ہے اور یہی جذبۂ وفا ہی جو امت کے لئے سامانِ بقا ہے۔

اس نفسیاتی اصول کا تذکرہ جس کی صداقت کی شہادت تاریخ کے ساتھ مشاہدہ بھی دیتا ہے یہاں مناسب ہے کہ جس طرح کسی مملکت کے ساتھ اس کے شہریوں کی وابستگی محض عقلی بنیادوں پر مستحکم اور پائیدار نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کسی دین کے ساتھ کسی امت کی وابستگی اور اس جذبۂ وفاداری جس کے خمیر میں عقلی دلائل بھی شریک ہوتے ہیں لیکن جس کا وجود محبت کی حرارت کا رہین کرم ہوتا ہے۔ استقامت و پائیداری کے لئے ناگزیر شے ہے۔ چمن وفا کو امت محمدیہ علیہا الف الف تحیہ سدا بہار رکھنے کے لئے ناگزیر تھا کہ اس کی آبیاری صرف رحمۃ للعالمین کے ابر کرم کی رہین منت ہو اور رحمت تک اسے کسی دوسرے کی طرف دیکھنے کی حاجت پیش نہ ہو، گویا ختم نبوت اس امت کے مخصوص مزاج کا تقاضا تھا اسے خاتم النبیین کی امت بنا کر نبوت کا دروازہ بالکل بند کر دیا حکمت و رحمت الٰہی کا اقتضا ہے۔ اس کی اطاعت میں استقامت محض عقلی دلائل کی بنیاد پر دیرپا نہیں ہو سکتی

کامل ترین انسان

از:- صاحبزادہ شوکت علی خاں ـــــ ایم۔ اے

کائنات میں قدرت کی بے پناہ قوتیں اور خزانے پوشیدہ ہیں۔ آسمان میں سورج چاند، تارے اور بادل سب ہی افادی عناصر سے بھرے پڑے ہیں۔ چاند اندھیری راتوں کو اجالا بخشتا ہے، ستارے بھٹکے ہوئے مسافروں اور ملاحوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ سورج کی کرنیں کوئلوں اور پتھروں کو ہیرا بنا سکتی ہیں بادل چٹیل میدانوں کو سرسبز و شاداب بنا سکتے ہیں۔ غرض زندگی کی قدروں کو ہر طرح ان بے پناہ قوتوں کا سہارا ملتا رہا حسن نکھرتا گیا اُس کے جلوے بے نقاب ہوتے گئے اور زندگی کی ہر ہر جہت اعلیٰ مقام پاتی گئی لیکن ایسی طاقت جس نے حقیقت میں زندگی کی قدروں کو ہزار آتشہ بنا دیا جس نے انسانی خمیر کو محبت، آشتی، امن، سچائی، یگانگت، آزادی، حریت، مساوات و اخوات کی چاشنی میں سمو دیا جس نے غلامی کی زنجیروں کو اپنے حسن کردار سے توڑ دیا جس نے قیصر و کسریٰ کے محلوں کی بنیادیں ہلا دیں جس نے شہنشاہوں کے سرنگوں کر دیئے اور دنیا سے باطل کا نام مٹا دیا وہ صرف ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین خاتم النبیّین رحمت للعٰلمین کی ہی طاقت ہے۔ جن کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر ہے بلکہ عالم انسانیت آپ کی مرہون منت ہے آپ کے ظہور سے منازل انسانی کی راہیں کھل گئیں کفر کے محل گر گئے۔ دنیا سے باطل، جہالت، جھوٹ، حرام خوری اور تمام برائیوں کے بادل چھٹ گئے اور اس تاریک ماحول میں عدل و انصاف، عاجزی و انکساری، محبت و آشتی اور حریت و مساوات کا اس طرح پرچار ہوا جس طرح خوشنما ایلوں میں حسین پھول کھل جاتے ہوں کیا تاریخ اُس انصاف پسند دنیا کو جو جانتی ہے کہ حضور کائنات کا مبعوث ہونا انسانیت پر عظیم ترین کرم تھا اللہ نے آپ کو وجود میں لا کر احسان عظیم کیا ہے اُس انسانیت پر جو پے در پے زلزلوں کی زد میں، طوفانوں کے تھپیڑوں اور موجوں کے تلاطم میں چکنا چور ہو چکی تھی احسان کیا ہے اُس تمدن پر جس کے اوراق پریشان ہو چکے تھے احسان کیا ہے اُس نظام اخلاق پر جو مسخ ہو چکا تھا۔ ذرے ذرے میں پتے پتے میں آپ کے پرتو کی تجلیاں ہیں۔ پوچھئے عرب کی تپتی ریت سے۔ پوچھئے عرب کی جھلستی ہوئی کھیتوں سے گو ہی لیجئے۔ حرا کی چوٹیوں سے اور ان سنگلاخ وادیوں سے جہاں انسانیت نے دم توڑا تھا۔ جہاں کفر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن ہزار بار درود و سلام اس بزرگ و اعلیٰ کے محبوب ترین رسول پر اور ہزار بار سلام محمد مجسم خلقِ عظیم سرور کائنات، سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے خیر و برکت اور پیغام حق بلند کیا اور اس طرح ایک نیا نظام نیا معاشرہ اُس وقت وجود میں آیا جبکہ ہیجان تھا۔ ANARCHY فرقہ پرستیاں عام تھیں۔ تمدن کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اجتماعی اور اختراعی نظام کی آواز تک نہیں آتی تھی جہاں ایک خدا نہیں سیکڑوں معبود تھے۔ ہر وقت کئی بُت بنتے اور بگڑتے تھے ایسے تاریک ماحول میں آپ نے انقلاب پیدا کیا یہ انقلاب ایک تاریخی انقلاب تھا ایک ایسا انقلاب جس میں زندگی کے ہر ہر گوشہ میں سیاسیات معاشرت رہن سہن کے طور طریق سبھی کچھ سمائے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایسا انقلاب تھا جس نے تشدد اور تلوار کے بل پر نہیں بلکہ پیار و محبت اور حسن کردار عقیدت اور اخلاق سے تاریخ کے اوراق کے اوراق الٹ دیئے۔ زندگی کے دھارے بدل دیئے اس انقلاب میں ہزاروں نشاۃ ثانیہ

اور ہزاروں تجدید احیائے علوم پوشیدہ تھیں جنھوں نے سوئے ہوئے انسانوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا اُن کے دلوں کو گرمایا اُن کے کانوں میں پیغام حق کی اذانیں دیں۔ اُن کے ضمیروں میں اعتماد اور یقین کے محور پھونکے بڑھتے ہوئے طوفانوں کے منھ پھیر دیئے۔ دریاؤں کے رخ بدل ڈالے اور نیزوں کی چھاؤں میں لڑنا سکھایا۔ تاریخ بنائی تاریخ کو زندہ کیا اُس کو نئی زندگی اور پیغام نو بخشا۔

یاد اب تک ہے زمانے کو ہماری تاریخ
ہم نے منھ پھیر کے رکھ رکھ دیا طوفانوں کا

اس انقلاب نے زندگی کو کہیں شدائد کے زد میں کہیں چٹانوں کی سختی میں اور کہیں موم میں اور کہیں بہتے جھرنے کی شکل میں پیش کیا اسی انقلاب نے ایسا نظام پیش کیا جسے ہم اسلام کہتے ہیں اور جس کے بانی مبانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنھوں نے بیک وقت اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر ایک مثال قائم کی۔

اسلام جہاں انفرادی زندگی کا دین ہے وہاں اجتماعی زندگی کی فلاح کا بھی ضامن ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اجتماعی زندگی اسلام کی ہی تخلیق ہے۔ ایک طرف وہ اگر عبادت کے طریقے بتاتا ہے تو دوسری طرف سیاسیات پر بھی بحث کرتا ہے۔ جتنا تعلق اس کا منبر سے ہے اُتنا ہی تعلق تخت سے بھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام مجرد سی مسلک یا انفرادی اخلاق کو لے کر نہیں اُٹھا ہے بلکہ ایک ایسے طریقہ کار کو بروئے کار دیا جس میں اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، اور معاشی سبھی اقدار حاوی ہیں۔

اسلام کے اس نظام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی چھائی ہوئی ہے آپ کا کردار، آپ کا عمل، قول و فعل، چال ڈھال، رہن سہن کے طریقے محافل کے آداب سب اسلام کے الگ الگ عمل اور طریقہ کار کو سنوارتے ہیں۔ آپ کہیں مصلح قوم کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی اصلاح کرتے ہیں کہیں رسول کی حیثیت سے اللہ کا پیغام پیش کرتے ہیں کہیں معمار تہذیب کی طرح تہذیب اور تمدن کا کامیاب تجزیہ کرتے ہیں اور کہیں ماہر سیاسیات بن کر حکومت کے اصول بتاتے ہیں۔ نزاعی حالات پر تبصرہ کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب کا نمونہ خود ہی بنتے ہیں اور خود ہی ایک عملی مثال اور قابل تقلید نمونہ اپنی سیرت اطہر سے پیش فرماتے ہیں۔ دنیا شاہد ہے تاریخ کا ایک ایک ورق گواہ ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ آئینہ دار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیاسی زندگی سے بھی دنیا کو بتا دیا کہ مذہب، اخلاق، انصاف، وعدہ، ایمانداری اور اصولوں پر کاربند رہنا یہ سب سیاسیات اور حکومت کی روح ہیں۔ اس روشنی میں حضور کی زندگی ملاحظہ ہو کہ شہنشاہوں کا شہنشاہ تاجدار مدینہ جن کے ہاتھوں میں ملی اور سیاسی کنجیاں موجود ہوں جو لوگوں کے دلوں کا حکمران ہو ایسی زندگی بسر کرے خود پیدل چلے، غلاموں سے حسن سلوک سے پیش آئے ہاتھوں سے کپڑے دھوئے جوتے گانٹھے یتیموں محتاجوں کو کھانا کھلائے غریبوں اور فقیروں کی جھولیاں بھر دے اور خود بھوکا سو جائے۔ غریب بوڑھوں بیواؤں کا سودا سلف لائے۔ مزدوروں کے ساتھ خود کام کرے۔ عرب کی تپتی ریت میں پیغام حق بلند کرے برائیوں اور بدسلوکی کے بدلے میں رحمت اور برکت دے، معاہدوں کا پورا پورا احترام کرے سچی گواہی کا سبق دے، شرم و حجاب سکھائے۔ یہ سب آپ ہی کی تعلیمات کا پرتو ہیں۔

ہمارے پیغمبر سید المرسلین رحمۃ للعٰلمین، خاتم النبیین، داعی حق مبین کے ہر عمل میں اخلاقی زندگی کی درخشاں مثالیں نظر آتی ہیں جس سے ایک قائد اپنا راستہ تلاش کرتا ہے ایک مصلح اپنا اصول پرکھتا ہے ایک انسان اُس سے اپنے ضمیر کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور ماہر سیاسیات اُس کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی پیہم کوشش کرتا ہے اس طرح ایک ہی زندگی ایک ہمہ گیر زندگی کے تمام قدروں اور اعلیٰ مدارج کو اپنے میں سموئے ہوئے ہے۔ وہ زندگی کی زندگی ہے تغیر کی تغیر زندگی کی روح بھی ہے تعمیر بھی، تدبیر بھی، تمدن بھی آپ نے

(باقی صفحہ ۵۱ پر)

ادب اور طلب

راہ ولایت کی پہلی شرط

مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ

ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا درجہ ہے اور ان اعمال میں نماز کا ایک خاص مقام ہے۔ پہلے زمانہ میں امراء اسی نماز ہی کو شادی وغیرہ کا معیار بناتے تھے۔ یعنی جس کو نمازی اور دیندار دیکھتے تھے اسی کو اپنی لڑکی کو منسوب کر دیتے تھے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ جس کی نماز کامل اس کا دین کامل۔ ہم جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ نماز کا پابند ہو گیا ہے اور اس کی اہمیت اس کے قلب میں آ گئی ہے تو سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کا کچھ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ یعنی ان مومنین نے فلاح پائی جو کہ اپنے نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں آگے ان کی اور بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے نماز ہی کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ اس میں خشوع کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن صفات کے ہونے پر فلاح مرتب ہوتی ہے ان میں سب سے پہلی چیز نماز اور اس کا خشوع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف رکھے ہوتے تھے اور باتیں کرتے ہوتے تھے لیکن جوں ہی اذان ہو جاتی فوراً ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوتے اور پھر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔

لوگ کہیں آئیں جائیں اور یہ چاہیں کہ کامیاب ہوں تو اس کے متعلق کہتا ہوں کہ یہ معاملہ یک طرفہ نہیں ہے یعنی یہ کہ صرف ہم چاہیں اور آپ دیندار ہو جائیں ایسا نہیں ہے بلکہ کامیابی آپ کی توجہ پر بھی موقوف ہے یعنی آپ چاہیں گے اور آپ کے اندر طلب ہو گی تب دین آئے گا۔ بہت سے بزرگ ہوئے ہیں مگر ان کی اولاد کو فائدہ نہیں ہوا ہے۔ اسی لئے کہ ان بزرگ نے تو چاہا مگر ان لوگوں میں طلب نہ تھی اور طریق کا حکم اور اللہ تعالیٰ کی عادت سب کے لئے ایک ہے؛ یعنی جو شرائط کسی بزرگ سے فیض و نفع کے دوسرے لوگوں کے لئے ہیں وہی اولاد کے لئے بھی ہیں۔ یعنی طلب اور ادب

ایک بزرگ نے اپنی اولاد کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ ایک دوسرے شخص کو بنایا انھوں نے شیخ سے کہا کہ حضرت آپ نے مجھے خلیفہ تو بنا دیا لیکن آپ کے بعد یہ لوگ ہم کو تکلیف دیں تب؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر تم کو ستائیں تو ہماری قبر پر آ کر کہہ دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان لڑکوں نے والد سے کچھ حاصل تو کیا نہ تھا لوگ جب ان خلیفہ صاحب کو مانتے تو ان لوگوں کو ناگوار گذرتا۔ اس کو ستانا شروع کیا اس نے بھی ان کے والد کی قبر کے پاس جا کر کہہ دیا چنانچہ انھیں دنوں قرب و جوار کے کافروں نے اس بستی پر حملہ کیا لوگ مدافعت کے لئے نکلے جن میں شیخ کی چاروں اولاد بھی تھی لڑائی ہوئی اور چاروں شہید ہو گئے اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے انھیں شیخ کی نسبت کا بھی فائدہ پہونچایا کہ شہادت عطا فرمائی اور ان خلیفہ صاحب کے کام میں جو رکاوٹ ہوتی تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

یہ اس پر بتا رہا ہوں کہ طلب کے بغیر کچھ کام نہ چلے گا۔ دیکھئے دوسروں میں طلب تھی تو پا گئے۔ ان لوگوں میں نہیں تھی نہیں پایا۔ شیخ اپنی اولاد کو چاہتا ہے اور اس سے بہت محبت کرتا ہے مگر جب تک ادھر سے بھی طلب نہ ہو کام بنتا نہیں۔ یہ سب آپ کو اس لئے سنا رہا ہوں کہ ان سب باتوں کو بھی سمجھنا ہو گا۔ یعنی یہ کہ کام طلب سے چلتا ہے۔ مشائخ بھی اللہ تعالیٰ کے طالب کو مقدم کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ مجبوری حق تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے طالب کو ضائع فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ یعنی ہم اپنی رحمت کو یعنی اپنی نعمت اور اپنی دنیوی عطا ملک و غنا وغیرہ کو بتقاضائے حکمت جسے چاہتے ہیں بخشتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ہم ضائع نہیں کرتے بلکہ ان کے احسان کی خاطر ان کے اجر کو دنیا میں بھی پورا پورا عطا فرماتے ہیں۔ اور احسان سے مراد ایمان اور ثبات علی التقویٰ ہے۔

اسی طرح سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے اسی قصہ میں آگے ارشاد فرماتے ہیں إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ یعنی جو شخص اپنے تمام احوال میں تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو موجبات سخط الٰہی سے بچاتا ہے اور بلا و محن پر صبر کرتا ہے یا طاعات کی مشقت پر صبر کرتا ہے یا معاصی کی لذات سے صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے حسنات پر دنیا و آخرت دونوں جگہ ثواب دیا جاتا ہے اور فاجر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سی آیتیں نازل فرمائی ہیں جن میں محسنین اور خاطئین کے حالات بیان فرمائے ہیں کہ محسنین کیا کرتے ہیں۔ اور خاطئین کیا کرتے ہیں!

غرض میں یہ کہہ رہا تھا کہ سب کچھ طلب پر ہے۔ مشائخ کے اولاد ہوئی ہیں مگر بھی انھوں نے اپنی دولت غیر کو دی ہے یہ حضرات ایسا بھی کرتے ہیں مگر اولاد کے ہوتے ہوئے جب غیروں کو دیتے ہیں تو وہ بھی دیتے ہیں کہ اتنی بڑی دولت گھر سے جا رہی ہے۔ غیر لے جا رہے ہیں اور یہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔

غرض توجہ کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ پا جاؤ۔ اور وہ توجہ یہی ہے کہ اپنے اندر طلب پیدا کرو اور ان کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دو۔ اور اپنے نسبی تعلق اور رشتہ سے نظر ہٹا کر ان سے آداب مشائخ کے ساتھ پیش آؤ پھر جب تم میں طلب دیکھیں گے تو پھر یہ بھی تمہارے طالب ہو جائیں گے۔ یعنی تمہاری جانب متوجہ ہوں گے اور تم کو اپنی جگہ پر بٹھائیں گے۔ یہ ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے یہاں دسترخوان پر لکھا ہوا ہے کہ مہمان اگر روزی طلب کرتا ہے تو روزی بھی مہمان کو طلب کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب ہوتا ہے وہ مطلوب بھی ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کیسے اولوالعزم پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا ہے يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ الآیۃ یعنی اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا ایسا کرو گے تو وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دیگی نیز یہ وحی بھی آئی کہ يَا دَاوُودُ إِذَا رَأَيْتَ لِي طَالِبًا فَكُنْ لَهُ خَادِمًا۔ یعنی اے داؤد جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔

دیکھا آپ نے؛ طالب کی حق تعالیٰ کے یہاں کیسی قدر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی بھیجی جا رہی ہے کہ تم طالب کا خیال رکھنا۔ پس جب اپنے طالب کا نگہبان خدا ہو پھر اسے کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔ جو لوگ بھی صحابہ خدا کے سچے طالب تھے تو انھوں نے دنیوی ترقی کو بھی کی مگر اس میں سب سے بڑھے ہوئے تھے چنانچہ صحابہ کرام جس طرح سے کہ دین میں سب سے بڑھے ہوئے تھے دنیا میں بھی سب سے بڑھے ہوئے تھے۔

دعا اور صاحبِ دعا

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

...دعاؤں کے پڑھنے والے کو اسلوب اور الفاظ ...ور کرنے اور دعا مانگنے والے کے حالات اور معمولات ...س کا شوق دعا اور سرگرمی، اس کا انہماک و لذت ...لوم کرنے کے بعد ہر منصف مزاج یہ نتیجہ نکالے گا۔

(۱) ان دعاؤں کا مانگنے والا بہت بڑا روحانی ...ص تھا جس کا خدا سے ذاتی تعلق تھا، اس کو ...ی یاد میں مزہ آتا تھا اور اس کی یاد سے بیقرار ... تھا اس کو خدا سے بات کرنے کا خاص ڈھنگ ... وہ اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیتا تھا ...کو اس پر بہت بھروسہ تھا اور اس کی رحمت کا ...ن تھا۔

(۲) وہ مخلص [illegible] اس کو دنیا سے زیادہ ...خرت کی طلب اور [illegible] دنیا کی دولت سے زیادہ ... اور دین [illegible] کی مغفرت اور رحمت اور اس ...ب کی فکر ہے۔ وہ رات کی تاریکیوں اور خاموشیوں ...عا کرتا ہے اور [illegible] پیشانی خاک پر رکھتا ...س کو لوگوں کے دیکھنے اور سننے کی کوئی فکر ...بلکہ اس سے بچا جاتا ہے حضرت عائشہؓ ...رات کو [illegible] دیکھتی ہے کہ بستر خالی ...خیال ہوتا ہے کہ شاید کسی بیوی کے حجرہ میں ... گئے ہیں [illegible] تو ہاتھ پیر پر پڑتا ہے اور ...ی خاک پر [illegible] آپ گریہ و زاری اور دعا میں ...ت میں [illegible] کے پاؤں بھر آئے اور ...قیام کرتے کرتے پاؤں پر نشان پڑ گئے ہیں، باپ ...شہنشاہ ہے لیکن کیسا [illegible] غلاموں ...ں کر عرض کرتی ہیں کہ ایک خدمت گار مجھے ...ل جائے اور ہاتھ اور [illegible] کے نشان دکھاتی ہیں ... میں کہ [illegible] انھیں ایک خدمت گار سے بھی ...سبیح بتاؤں سوتے وقت یہ پڑھ لیا کرو، بدر ...دان میں فوجیں صف آرا ہیں لیکن قائد کس عالم ...ہے۔ ہاتھ خدا کے سامنے پھیلے ہوئے ہیں چادر ...گر گئی ہے اور کہہ رہا ہے کہ [illegible] اپنا وعدہ ...اگر یہ چند [illegible] گئے تو دنیا میں تیری عبادت کی ...کرنے والا کوئی نہ رہے گا [illegible] سے اس حالت ...س ہو رہا ہے کہ [illegible] ظالموں کے پتھروں سے ...ہے اور دل [illegible] کے سلوک سے شکستہ ہے بڑی ...ف گزر گیا تھا اور بڑی حسرت سے واپس آ رہا ...لیکن زبان سے یہ الفاظ [illegible] الٰہی اپنی کمزور ...ی اور ذلت کی تجھ سے فریاد کرتا ہوں، تو سب ...رنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندگی ...یشان اور کمزوروں کا [illegible] تو ہی ہے مجھے

کس پر چھوڑتا ہے کسی بیگانہ ترش رو پر یا کسی دشمن کے سپرد کئے دیتا ہے، اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں، لیکن تیری سلامتی میرے لئے زیادہ کشادہ ہے، میں تیرے ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام بن جاتے ہیں، اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، یا مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور تجھی پر بھروسہ اور سہارا ہے۔

(۳) وہ انسانی زندگی اور انسانی ضروریات سے بہت واقف تھا، دیکھو کن کن چیزوں سے اُس نے دعا مانگی ہے اور کن کن چیزوں سے پناہ مانگی ہے، وہ کہتا ہے کہ میری سب سے زیادہ فراخ روزی میرے بڑھاپے میں کر، میں بُرے پڑوسی سے پناہ مانگتا ہوں مستقل قیام کی جگہ میں۔

(۴) وہ عیوب و نقائص، اخلاقی امراض دل میں چھپی ہوئی بیماریوں کو خوب جانتا ہے اور انسانی نفسیات سے بہت واقف تھا، وہ بزدلی، بخل، تکبر، سینہ کے فساد دل کے کھوٹ، زبان اور ہاتھ کے شر، بے نفع علم، بے اثر دل، نہ سیر ہونے والے نفس سے پناہ مانگتا ہے۔

(۵) وہ فضائل و کمالات و محاسن اخلاق حسنہ سے بھی بہت واقف تھا اور ان کا بہت قدر شناس اور طالب تھا، کہتا ہے مجھے مسکینوں کی محبت عطا فرما، مجھ کو میری آنکھوں میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا، صاف دل اور سچی زبان عطا فرما، میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرا ظاہر نیک کر دے۔

اس کے علاوہ ان دعاؤں سے اور بھی فائدے ہیں۔ بہتوں کو اس آئینہ میں اپنی صورت نظر آ جائے گی، اور اپنے چھپے ہوئے یا بھلائے ہوئے عیوب نظر آ جائیں گے بہت سے لوگوں کو اس کے پڑھنے سے اپنے خاص حالات میں تسکین ہوگی اور ان کو اپنے زخم کے لئے مرہم مل جائے گا۔ اور ہر شخص کو اپنے مطابق حال اس میں حصہ ملے گا۔ اس لئے ان دعاؤں کے مانگنے والے پر انسانی زندگی کے تمام دور گزرتے تھے، ان کے گھر میں فاقہ بھی ہوتا تھا، موتیں بھی ہوتی تھیں، وہ بیمار بھی ہوتا تھا، اس کو رنج بھی پہونچتے تھے، فکریں بھی ہوتی تھیں، وہ مقروض بھی ہو جاتا تھا اور ان سب حالات میں خدا ہی سے کہتا تھا۔

اس کے علاوہ اس میں اخلاق کی بہترین تعلیم ہے۔ غور کرو جو رات کو اٹھ کر زبان کہا کرے گا کہ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سارے بندے بھائی بھائی ہیں تو اس کے دل پر مساوات اور اخوت انسانی کا کیسا گہرا نقش قائم ہو جائے گا اور اس پر اس کی زبان و اقرار کی کیسی مہر لگ جائے گی، جو غریبوں سے محبت کی دعا کرے گا وہ غریبوں سے محبت کو کیسے ضروری نہیں سمجھے گا جو اپنی نظروں میں حقیر اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بننے کی دعا کرے گا، وہ تکبر سے کتنا دور ہوگا جو کاہلی، سستی، بزدلی، بخل اور تمام بری صفات سے بچنے کی اور دل کی صفائی اور زبان کی سچائی کی دعا کرے گا، اس کے قلب و دماغ پھر اعمال و اخلاق پر کیسا اثر پڑے گا، وہ بار بار دیکھے گا کہ ایمان کے ساتھ ساتھ حسنِ اخلاق کی دعا کی گئی ہے اور کثرت سے تمام مومن مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت اور رحمت مانگی گئی ہے اور اس کو قبولیت دعا کا ذریعہ بنایا گیا ہے تو اس کی نظر میں ان چیزوں کی کتنی اہمیت پیدا ہوگی۔ یہ اخلاق و محبت و فضائل انسانی کی کتنی حکیمانہ خاموش اور موثر تعلیم ہے، پھر جو شخص اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، سفر و واپسی میں آتے جاتے ہر تقریب پر موقع پر دعا کرتا رہے گا اس کی روحانیت اور تعلق باللہ کیا حال ہوگا اور کیا وہ کبھی خدا کو بھول سکتا ہے اور کیا اس کا در چھوڑ کر کسی دوسرے کے دروازہ پر جا سکتا ہے اور غیر کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہے اس لئے یہ توحید کی بھی عملی تعلیم ہے۔ یہ دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل مسلمان یا انسان کامل کا تخیل پیش کرتی ہیں۔ یہ مسلمان اور غیر مسلم سب کے لئے ایک قابل قدر تحفہ اور دین و دنیا کی نعمتوں کا خزانہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہر انسان کو اس میں اکثر دعاؤں کی ضرورت ہے اور غالباً کوئی ایسی دعا نہیں جس کے مانگنے میں کسی کی دنیا یا دین کا نقصان ہو۔

قارئین کرام سے

تعمیرِ حیات کا شمارہ ۱۰ / مئی بعض ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر شائع نہ ہو سکا مجبوراً دونوں شماروں کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے

(ادارہ)

گنبدِ خضرا

از: شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد

پست ہو جس کے مقابل رفعتِ ہفت آسماں / اس کی عظمت پھر بھلا کس طرح سے کیجئے بیاں
یہ تجلّی گاہ "نورِ خالقِ یکتا" کی ہے / عرش کے ہم پلّہ عظمت گنبدِ خضرا کی ہے
کرتے رہتے ہیں طواف اس کا ملائک بے شمار / پاک روحیں جمع رہتی ہیں وہاں بہرِ نثار
پاسباں رُوح الامینؑ اس گنبدِ بے دَر کے ہیں / ناز ہے ان کو کہ خادم روضۂ انور کے ہیں
مرتبہ دیکھو تو پہونچا ہے بھلا اس کا کہاں / بن گیا فخرِ دو عالمؐ کے لئے وہ سائباں
ذرہ ذرہ اس کی خاکِ پاک کا اکسیر ہے / سامنے جس کے زمردِ ہیچ و بے توقیر ہے
وہ جمالِ زیب و زینت ہے زمیں کے واسطے / باعثِ عزّ و شرف اہلِ زمیں کے واسطے
اس گلس سے مہر و مہ کرتے ہیں پیہم کسبِ نور / عارفِ حق کی نظر میں ہے مثالِ کوہِ طور
مرکزِ عالم ہے وہ، قائم ہے اسی سے یہ جہاں / وہ ذرا ہل جائے بس پھر ختم ہے سارا جہاں
تابشِ آثارِ عظمت اس پہ بے حد و شمار / بارشِ انوارِ رحمت سے زمیں اس کی دوچار
روک لیتا ہے جو دُنیا پر کوئی آئے عذاب / اس میں ہے ایسا کریمؐ، اتنا بڑا عالی جناب
سب مسلمانوں کی جانیں اس پہ رہتی ہیں فدا / شوقِ نظارہ رہا کرتا ہے ہر دل میں سدا
اس کا نظارہ عبادت ہر مسلماں کے لئے / موجبِ کسبِ سعادت اہلِ ایماں کے لئے
رشک ہے اہلِ مدینہ پر جو ہیں اس کے قریب / میں بھی مل جاؤں اُنھیں میں، پر کہاں ایسا نصیب
رات دن دیکھا کروں گر ہو رسائی پھر کبھی / یہ وہ نظارہ ہے حاصل جس سے ہوں مطلب سبھی
منتہائے آرزو اپنی پھر اس کی دید ہے / گر وہ دن آئے تو بہ از صد ہزاراں عید ہے
پھر نہ آنکھیں بند ہوں گی جب کھلیں گی دید کو / حشر تک پورا کروں گا اپنے شوقِ دید کو
سو رہا ہے تجھ میں وہ پیغمبرِ گردوں نشیں / دہر میں جس کا لقب ہے رحمۃ للعالمیںؐ
ہاں تری آغوش میں وہ صاحبِ اعجاز ہے / آدمؑ و حواؑ کو جس کی زندگی پر ناز ہے
قبلۂ حاجت ہے تو نوعِ بشر کے واسطے / دید تیری حجِ اکبر ہے نظر کے واسطے

ہاں دکھا دے پھر مسلمانوں کو بیداری کی راہ
اے مقدس آخری پیغامبرؐ کی خواب گاہ

آخری قسط

اصلاح معاشرہ کا ایک ضروری جز

از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری

ازالہ منکر میں طاقت کا استعمال

جب حضرت خالد بن ولید کا انتقال ہوگیا تو ام المومنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع ہوئیں اور ان کے غم میں نالہ و شیون کرنے لگیں۔ حضرت عمرؓ کو جب خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہمراہ ہاتھ میں درہ لے کر تشریف لائے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ ام المومنین سے کہو کہ پردہ میں ہو جائیں اور ایک ایک عورت کو نکال کر میرے سامنے لاؤ چنانچہ وہ ایک ایک عورت کو نکالتے تھے اور حضرت عمرؓ انہیں درہ سے مارتے جاتے تھے اسی اثنا میں ایک عورت کی اوڑھنی سرک گئی کسی نے کہا کہ اس کی اوڑھنی سرک گئی ہے سنبھال لینے دیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دعوھا فانہ لا حرمۃ لھا، یعنی چھوڑو بھی اسلام کے قانون شکنی کے بعد اب اس کی عزت و حرمت کیا باقی رہی۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ...)

نہی عن المنکر میں درشت کلامی و طاقت کا استعمال

حضرت عمرؓ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ تہبند کو ٹخنے سے نیچے لٹکائے ہوئے ہے تو اس کو پکارا اور فرمایا انک تحب ان یکون لک ... حلل الرحمن، یعنی مرد کو ... سے کیا واسطہ فرمایا بچہ کیا معاملہ ہے کہ تو اپنے تہبند کو قدموں تک نیچے لٹکائے ہوا ہے یہ کہکر ایک خنجر منگوایا اور اس کے تہبند کے زائد اور لٹکتے ہوئے حصہ کو کاٹ دیا۔
(منتخب کنز العمال ج ۲ ص ...)

نہی عن المنکر میں سزائے جسمانی بھی داخل ہے

حافظ ابن قیم رح لکھتے ہیں کہ ایک مظلوم نے حضرت علی کو پکارا جب حضرت علیؓ زیاد ہ رکھنے کے لیے اپنا راستہ چھوڑ کر پہونچے تو معلوم ہوا کہ کسی حق و اجرت کا معاملہ ہے تو آپ نے ظالم سے فرمایا کہ اس کا حق دے دے ... جب آپ کچھ دور چلے گئے تو ظالم نے پھر صاحب حق کو دوبارہ مارا مجبور کر دیا اب پھر اس نے زور سے پکارا حضرت علی پھر اپنے راستے سے پلٹ پڑے اور فرمایا استقد ... یعنی تو بھی اس سے بدلہ لے لے اس نے کہا میں نے معاف کردیا حضرت علی نے فرمایا تو نے شخصی طور سے معاف کر دیا ہے تو خیر لیکن سلطانی حق ہے اور مظلوم کی مدد میں نعم وحفاظت اسی زمان داخل ہو...

اس لیے اس کو بھی سزا دو نگا، مغیرہ بن شعبہ علی تسع دی تھی۔ یعنی حضرت علی نے نو درہ مار کر اس کی کھال ادھیڑ دی۔ (کتاب الروح)

۲ ایک واقعہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں ایک شخص نے ایک بے تمیزی کا یہ جملہ استعمال کیا کہ تم ہے اور تمہارے لڑکے دونوں سے میرا کافی استاد عقل بر ... ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور ... کے کپڑا سمیٹا اور اس زور سے اس کے ناک پر لگا یا کہ ناک پھوٹ کر خون جاری ہو گیا، مضروب کی قوم حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئی کہ مغیرہ سے ہمیں قصاص دلوا دیجئے فرمایا میں اللہ کے سپاہیوں سے بدلہ نہیں دلاتا چونکہ اس میں خلیفۃ اللہ کی عزت و عظمت کی حفاظت مضمر تھی اور ایک امر منکر کا انسداد ہو رہا تھا اس لیے بدلہ نہیں دلایا۔
(کتاب الروح ص ۲۹۰)

نہی عن المنکر میں حضرت عمرؓ کا اپنے اہل و عیال کے لیے اصول

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عمرؓ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ میں جن نہیات و شرعی ممنوعات سے لوگوں کو روکتا ہوں ان کا ارتکاب اگر تم میں سے کسی نے کیا تو اضعفت لہ العقوبۃ یعنی میں اسکو دو چند سزا دونگا
(مسند احمد ج ۱ ص ... الطبقات ابن سعد ابن عساکر)

۲ اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے مصر میں نبیذ استعمال کر لی اور اس میں نشہ آ چکا تھا تو امیر مصر کے پاس نشہ اترنے کے بعد حاضر ہوئے اور فرمایا کہ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ امیر مصر نے حد جاری کر دیا حضرت عمرؓ کو اطمینان نہیں ہوا اور آپ نے یہ سمجھا کہ امیر مصر نے امیر ... ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ رعایت کی ہوگی اس لیے مدینہ طلب فرما کر ان کو دوبارہ حد لگائی۔ (صحابہ کا بحر)

۳ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ آپ کے ایک صاحبزادے نے اپنے مکان کے دیواروں پر تزئین و آرائش کے لیے کپڑوں کا جھک ... رکھا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ واللہ لتحن کا عکنی ... لا امر منہ بینہ۔ (مسند احمد جلد ششم ص ...)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آل و اولاد کی تربیت و اصلاح کے لیے حد درجہ سعی فرماتے تھے اور انہیں منکرات سے روکنے کیا سخت سزائیں تجویز فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی بیویوں کو بھی منکرات سے روکتے تھے۔ اگر کسی بیوی سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو جاتی تو اس پر سخت تنبیہ و عتاب فرماتے تھے۔

ایک بار ان کی بیوی عاتکہ نے ایک خوشبودار عطردان میں ایک دینار کا عطر خرید کر شام کے روم ملک کے پاس بھیجدیا۔ شاہ روم کا قاصد حضرت عمرؓ کے پاس آیا ہوا تھا اسی کے ذریعہ اپنا تحفہ بھجوایا جس وقت یہ تحفہ ملکہ روم کو ملا اس نے اپنے لیے بڑے فخر و شرف کی بات سمجھی اس نے روم کی تمام معزز خواتین کو مدعو کیا اور بتایا کہ مجھ کو عرب کے امیر المومنین کی بیوی کا یہ تحفہ بھیجا ہے ملکہ روم نے سب کے مشورہ سے رومی قاصد کے ذریعہ اس عطردان کو قیمتی جواہرات و لعل و گہر کو شیشوں میں بھر کر بھیجدیا۔

جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے امر منکر سمجھا اور اپنی بیوی پر بہت خفگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے اونچے مرتبہ پر ہونے کی وجہ سے تمہیں یہ قیمتی تحفہ ملا ہے اور مجھے یہ اونچا منصب مسلمانوں کی نمائندگی کے سبب ملا ہے۔ لہذا یہ جواہرات و لعل و گہر کا تحفہ مسلمانوں کے بیت المال میں جاوے گا تمہیں صرف ایک دینار مل جاوے گا جس سے تم نے عطر خرید اتھا اس کے علاوہ کچھ نہیں حضرت عمرؓ نے اس لعل و گہر کو فروخت کر کے اس کا دام عامۃ المسلمین میں تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہلیہ امیر المومنین حضرت عاتکہ کے لیے ایک دو گز قیمتی کپڑا بطور تحفہ بھیجا حضرت عمر نے ان کے سر پر اس کپڑا کو دیکھا تو پوچھا کہ تم کو یہ کہاں سے ملا ہے عاتکہ نے جواب دیا کہ مجھ کو ابو موسیٰ نے تحفہ دیا ہے، حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی پر سخت عتاب فرمایا اور اسی کپڑا سے ان کے سر پر اتنا مارا کہ ان کا سر دکھنے لگا پھر حکم دیا کہ موسیٰ اشعریؓ کو دوڑاتے ہوئے میرے پاس لاؤ وہ حاضر ہوئے تو پوچھا کہ تم کو میری بیوی کے پاس یہ تحفہ بھیجنے کا خیال آخر کیوں ہوا، وہ کچھ جواب نہ دے سکے تو ان کے کپڑا کو ان کے سر پر دے مارا اور فرمایا اسے واپس لے جاؤ آئندہ کبھی ایسی جسارت مت کرنا۔

ایک بار ان کی بیوی نے کسی عامل (سرکاری افسر) کے ... حضرت عمرؓ سے کچھ سفارش کی حضرت عمرؓ نے بیوی کی اس سفارش ... کو ایک امر منکر سمجھا اور بڑی ناگواری سے سنا تو سخت غصہ میں فرمایا تم کو ان سب باتوں سے کیا واسطہ ... تم اپنے ... توجہ کرو۔ (منتخب کنز العمال ... اسد الغابہ)

الفرقان لکھنؤ مجدد نمبر ص ... ہے کہ

اکبری محدثات کے سلسلہ میں ملا عبدالقادر بدایونی نے قدرے تفصیل سے منتخب التواریخ میں بحث کیا ہے۔ ایک سرسری جائزہ لے لینا قدرے بصیرت کا موجب ہوگا۔

تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر بادشاہ اسلام کا منکر اور ایک ملحد قسم کا انسان تھا۔ اپنے وقت میں وہ اسلام کا جانی دشمن ہو رہا تھا۔ اور ایک ایک کر کے شعائر اسلام کے مٹانے پر تلا ہوا تھا۔

اکبر کی رعایا کی اکثریت اور اسکی ہندو بیویاں گائے کی پوجا کرتی تھیں اس لئے اس نے گاؤ کشی قانونا بند کرا دی تھی اور گوبر کو پوتر قرار دیکر تعظیم کے لئے حکم نافذ کیا تھا اور خود بھی بڑا احترام کرتا تھا۔ (بدایونی جلد ۲ ص ۲۶۱)

دن میں دو بار اکبر سورج کی پرستش کرتا تھا اور سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر سنسکرت میں سورج کے ۱۰۰۱ نام جپتا۔
(تذکرۃ الملوک ورق ص ۲۳۲)
بدایونی جلد ۲ ص ۳۲۲

اکبر نے درباریوں کو حکم دیا کہ اسکی خواہش ہے کہ ماہ رمضان میں اس کے سامنے کھایا پیا کریں۔ اسی ... وہ پان کا بیڑا منہ میں رکھکر آیا کریں تو زیادہ مناسب ہوگا بصورت دیگر وہ روزہ دار ہونے کی صورت میں دھر لیے جائیں گے۔
(تذکرۃ الملوک ص ۳۳۱)

اس نے دربار میں ملحقہ شاہی مسجد میں اذان و نماز پر پابندی لگا دی تھی اور احمد محمود، محمد جیسے نام پر اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ (بدایونی جلد ۲ ص ۲۶۹)

اس نے حضورؐ کا نام نامی کلمہ طیبہ میں سے حذف کر دیا تھا اور خاص خاص حلقوں میں یا شاہی محلات کے اندر یہ کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ (نعوذ باللہ)
(بدایونی جلد ۲ ص ۲۷۳)

معجزات پر بھی اسکا ایمان نہ تھا اور معجزہ شق القمر اور معراج وغیرہ کا منکر تھا۔ (بدایونی جلد ۲ ص ۳۱۶)

علاوہ ازیں اس نے ایسے سکے ڈھلوائے تھے جن پر رام چندر اور سیتا جی کی مورتیاں بھی موجود تھیں
(اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز ص ۵۱۳)

اکبر جو ہر ... میں بھی دلچسپی لیتا تھا، جو ... کو اس کے شاہی خزانہ سے قرض بھی ملتا تھا اس نے ایک جوا خانہ بھی قائم کیا تھا۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اسلام کی جڑ بنیاد سے کھود کر مٹا دینا چاہتا تھا۔

اپنے درباریوں کو ریشمی لباس، جو کہ حق ... پہننے کی ترغیب دیتا تھا جو شریعت میں مردوں کے لیے قطعاً حرام ہے
(بدایونی جلد ۲ ص ۳۰۱)

قصہ مختصر یہ کہ اکبر نے جملہ شعائر اسلام مٹا ڈالے تھے یہ دور مسلمانوں کے لیے بہت تاریک تھا حضرت امام مجدد الف ثانی رح لکھتے ہیں کہ مسلمان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند و اگر می کردند بقتل می رسیدند۔

آپ نے ایک دوسرے مکتوب میں لکھا ہے کہ مسلمان از شعار اسلام اظہار نمی توانستند بالکلیہ (المکتوب ...)

ان حالات میں جونپور کے قاضی ملا یزدی نے جو کہ ایک مانے ہوئے عالم تھے یہ فرمایا کہ اکبر مرتد ہو چکا ہے اس لئے اس کے خلاف جہاد اٹھانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے ملا یزدی کی جرأت کی داد دیتے ہوئے اکبر کے خلاف تلوار اٹھانے کا فتوی جاری کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کے ساتھ بہت سے امراء بھی ہو گئے اور فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن بدقسمتی سے اکبر ہی کا پلہ بھاری رہا باغی امراء اور علماء کا دور ختم ہوا اور علماء کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ میر یعقوب قاضی بنگال کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انھیں دریا میں پھینک دیا گیا۔ قاضی یزدی اور میر معز الملک بھی دریا میں پھینکوا دیے گئے۔ قاضی ... کو اکبر کے حکم سے ذبح کر دیا گیا۔ لاہور کے اکثر علماء کو اکبر نے مروا ڈالا اور بقیۃ السیف کو دور دراز علاقوں میں جلا وطن کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے خسر سلطان تھانیسری بھی بادشاہ کے حکم سے تختہ دار پر لٹکائے گئے۔ (الفرقان مجدد نمبر ...)

ان واقعات و تاریخی حالات سے صاف ظاہر ہے کہ ... نفس کو ہر قیمت پر باقی ... ایک دستہ رکھنا چاہیے اور اصلاح معاشرہ کے لیے ہر وہ تدبیر بروئے کار لانا چاہیے جس سے سوسائٹی میں فاسد عناصر جگہ نہ پا سکیں اور اس کی ایک بہتر ... صورت اور موثر ذریعہ ... کا رد کرنا ہے جسے شریعت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہ تم تو صرف ایک گرد یا ہو جس سے کچھ دیر جاتا ہے پھر چھوڑ دیا جاتا ہے تمہیں اس ملکی و سیاسی انتظامی معاملات میں کیا دخل خبردار آئندہ ایسی حرکت سرزد نہ ہو۔

الغرض جس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی اولاد کو منکرات سے روکا اور کڑی نگرانی فرماتے رہے اسی طرح بیوی بچے کے اعمال و منکرات پر بھی احتساب کرتے رہے اور غلط راہ و روش سے ان کو باز رکھتے رہے اور اپنی زندگی بھر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تمام گوشوں پر عمل پیرا رہے۔

نہی عن المنکر کے سلسلہ میں کیا ... علماء دین مصائب برداشت کرنا

قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک صحت مند معاشرہ کے لیے انتہائی ضروری ہے برائی اور بگاڑ کے خلاف تنظیم جہاد کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے بڑے زوردار الفاظ میں حکم ہوتا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اسے پہلے اپنے ہاتھوں سے مٹا ڈالے اگر یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے کہکر روک دے اگر اس طاقت سے بھی محروم ہو تو کم از کم دل میں ہی برا جانے اور یہ تھرڈ کلاس کا ایمان ہے۔

یہ وہ تعلیم نبوی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ایک صاف ماحول پیدا کیا جائے چنانچہ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں علمائے حقانی کے اسلام کے خلاف جنم لینے والی برائی کے انسداد کے لیے آواز بلند کی نتیجہ میں انھیں وہی ملا جو پہلے سے ہوتا آیا ہے یعنی وہی ذلت و خواری، وہی رسوائی و پریشانی وہی شدائد و مصائب جس سے ہر حق گو انسان کو ہمیشہ سابقہ رہا ہے۔

امام احمد بن حنبل جب ایک منکر (خلق قرآن) کے خلاف آواز اٹھائی تو جسم پر کوڑوں کی بارش ہوئی، جیلوں کی مشقت پیش آئی حتی کہ جسم میں زہریلے پارچے باندھے گئے۔
(تاریخ الاسلام للذہبی)

اسی طرح امام مالک، امام ابو حنیفہ اور نامعلوم کتنے محدثین کرام کو سخت سے سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تو زندگی کا آخری مرحلہ اسی جیل ہی کی تاریک کوٹھری میں طے کیا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اپنی منکرات و محدثات کے خلاف آواز بلند کیا تو دو بار جیلوں میں سزا یاب ہوئے زندگی کا آخری لمحہ بھی قید و بند کا نذر ہو گیا اور آخری کا جنازہ بھی جیل سے نکلا۔

الغرض منکرات کے خلاف علماء کی مساعی و جہاد باللسان کے نتیجہ میں سکو شدائد و مصائب کا سخت سامنا کرنا پڑا، کسی کی زبان کاٹ لی گئی کسی کو جیلوں میں ٹھونس گیا، تو کسی کو آروں سے چیر دیا گیا۔

عہد اکبری کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ اس نے جب اسلام کے خلاف منکرات و محدثات کو رواج دیا تو علمائے حقانی نے ان کے خلاف آواز اٹھائی اور مصائب قفس میں ڈالے گئے ... علم

محبت اہل بیت کی حقیقت

(مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی)

صاحب مضمون کے علمی مقام اور ان کے شایان احترام کے ساتھ اس بات کو ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ صاحب مضمون مولانا احتشام الحسن صاحب نے آیت تطہیر کا مطلب جو بتایا ہے جس سے جمہور علماء اہل سنت کو اتفاق نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اور ان کے حوالے سے مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں اس مذکورہ بالا مطلب کو دلائل قوی کے ساتھ مجروح اور ناقابل ... کر دیا ہے اس جز مضمون کے علاوہ مضمون کے بقیہ مندرجات میں ... محبت اہل بیت کی حقیقت کے متعلق مولانا موصوف نے جو باتیں لکھی ہیں وہ بلاشبہ قابل قدر اور قابل ... ہیں ہم ان کے مضمون کی ان خصوصیات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مشکور ہیں۔

(بقیہ مضمون اب ... شائع ہوگا)

سلسلے

تالمود

از: حکیم محمد کامل بحر العلومی

یہودیوں کی "کرافٹ" نامی کتاب مطبوعہ ۱۵۹۰ء میں کہا گیا ہے: "یہ جاننا چاہئے کہ حاخاموں کے اقوال انبیاء کے اقوال سے زیادہ افضل ہیں۔" آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے: "حاخاموں کے اقوال شریعت کے اقوال سے بہتر ہیں کیونکہ ان کے اقوال خدائے حی و قیوم کے اقوال ہیں۔ اگر تم سے کوئی حاخام کہے کہ تمہارا داہنا ہاتھ در اصل بایاں ہاتھ ہے، اور بایاں داہنا تو تم اس کی تصدیق کرو، تم کو اس سے کیا مطلب کہ تمہارا داہنا ہاتھ داہنا ہے اور بایاں بایاں ہے؟"

یہودیوں کے ایک عالم "میامونو" کا قول ہے کہ "حاخاموں سے خوف کرنا اللہ سے خوف کرنا ہے۔" (اس کا استقبال تیرہویں صدی کے اوائل میں ہوا۔)

مندرجہ ذیل عبارتیں تالمود سے اقتباس کی گئی ہیں:

"جس نے اپنے حاخام پر اعتراض کیا اس نے غلطی کی گویا اس نے ناموس الٰہی پر اعتراض کیا۔"

حاخام "منا حم" نے اپنے ملفوظات میں حاخاموں کے ایک دوسرے سے تضاد رکھنے والے اقوال کے متعلق کہا ہے کہ "جن اقوال میں تضاد ہو ان پر ایمان نہ لانا اور یہ کہنا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت بڑی گستاخی کا ارتکاب ہے۔"

یہودیوں کی متعدد کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ "حاخاموں کے اقوال جو ایک دوسرے سے متضاد ہوں اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، اگر کوئی انکو حقارت کی نظر سے دیکھے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

جن حاخاموں نے تالمود تصنیف کی ہے وہ انکی اندھی تقلید کا حکم دیتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ تالمود میں حاخام "ہالل" اور حاخام "شامائی" کے درمیان ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئی ہیں وہ سب کے سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی مسئلہ میں حاخام "ینایا" کا حاخام "ہاربدہ" سے اختلاف ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ فلاں حاخام نے ایسا کہا ہے اور کسی طرح ان کا جھگڑا نہیں چکا تو حاخام "روشکی" درمیان میں آ گیا اور اس نے کہا کہ دونوں حاخاموں نے حق بات کہی کیونکہ اللہ نے حاخاموں کو معصوم بنایا ہے اور ان سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی (عقیدہ عصمت ہی عقیدہ ایک نقاب پوش یہودی فرقہ کا ہے جو اپنے یہودی خد و خال کو اسلام کی نقاب میں چھپائے ہوئے ہے، اگرچہ اسلامی نقاب کے اندر سے بھی یہودی خد و خال جھلکتے رہتے ہیں۔ وہ بھی اپنے خلیفۃ اللہ کو معصوم اور مجتہدین کو حاخاموں کو معصوم بتاتا ہے)

تالمود میں ہے کہ حاخاموں کی تعلیمات سے تو انحراف ممکن ہے اور کسی طرح کا تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ چاہے خدا کے حکم ہی سے کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ اللہ اور علمائے یہود کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور طویل مباحثہ کے بعد کسی ربی حاخام نے مسئلہ حل کر دیا تو اس حاخام کے فیصلہ کے بعد اللہ اپنی غلطی ماننے پر مجبور ہو گیا، عصمت صرف حاخاموں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کے متعلقین میں بھی پائی جاتی ہے، حتیٰ کہ حاخام کا گدھا بھی کوئی حرام چیز نہیں کھاتا۔

یہودیوں کی کتاب میں ایک اہم مسئلہ کا حل موجود ہے "اگر کتابوں میں ایسی باتیں پائی جائیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو انسان کس طرح حقیقت کو پہچانے" اس سوال کا عجیب و غریب جواب دیا گیا "اپنے کان قیف کی طرح کھلے رکھو اور سنتے رہو، تمہیں ایسا ہونا چاہیئے جو جائز اور ناجائز میں امتیاز کر سکے۔"

اس جواب کا مطلب تو یہی ہوا کہ دونوں متضاد اقوال میں سے جس پر چاہو عمل کر سکتے ہو، دونوں متضاد اقوال کلام الٰہی ہیں، اسی لئے تالمود میں زیادہ صحیح طریقہ سے بتایا گیا ہے کہ "انسان چاہے خبیث النفس کیوں نہ ہو اگر ظاہر میں وہ نیک نفس دکھائی دیتا ہے تو وہ نجات پا جائیگا۔"

ہم ان فصل میں جن خطرناک آیات تالمود کا بیان کریں گے وہ بعید اشتعال انگیز ہیں۔ ہمارے لئے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ صہیونیت کے بانی حاخاموں نے جو کچھ لکھا ہے اور صہیونی جرائم کے لیے جو قواعد مرتب کئے ہیں ان کو بلفظہ شائع کر دیں۔

ہماری رائے میں قارئین کرام کو یہ سب بنیادی باتیں معلوم ہونا چاہئیں، نیز ان کو ان باتوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ اس پوشیدہ خطرناک جال تک پہنچ سکیں جس کو صہیونیت بن رہی ہے۔

"اللہ" تالمود کی نگاہ میں

"تالمود بتاتی ہے کہ دن کے بارہ گھنٹے ہیں، پہلے تین گھنٹوں میں اللہ بیٹھ کر شریعت کا مطالعہ کرتا ہے، دوسرے تین گھنٹوں میں حکمرانی کرتا ہے، تیسرے تین گھنٹوں میں تمام عالم کو رزق تقسیم کرتا ہے اور آخری تین گھنٹوں میں بیٹھ کر مچھلیوں کے بادشاہ کے ساتھ کھیلتا ہے۔

حاخام مناحم کہتا ہے کہ رات میں اللہ کو بجز اس کے کوئی کام نہیں ہے کہ وہ فرشتوں اور شاہ شیاطین "اسمودیہ" سے روزانہ آسمان پر سے واپس آ جاتا ہے۔ (غالباً اپنی ذریت کو تالمود کی تعلیم دینے کے لیے)

مچھلی (جس کے ساتھ اللہ کھیلتا ہے) بہت بڑی اور عظیم الجثہ ہے، ممکن ہے کہ تین سو فرسخ لمبی مچھلی اس شاہ ماہی کے حلق میں سما جائے اور اسکو پتہ بھی نہ چلے، اسکی لمبائی اور موٹائی کی وجہ سے اللہ نے اس کو مادہ سے محروم کر دیا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ساری دنیا وحشی مچھلیوں سے بھر جاتی جو تمام مخلوق کو ہلاک کر ڈالتیں، مذکر کو اللہ نے اپنی قوت الٰہی سے قید کر لیا اور مادہ کو قتل کر دیا اور اس میں نمک لگا کر (صرف نمک ہی لگایا شاید اس وقت تک اللہ مرچ اور مصالحوں کے استعمال سے واقف نہ تھا) ایسا کھانا تیار کر لیا جو فردوس بریں میں مومنوں (یہاں مومنین سے یہودی مراد ہیں، خانہ ساز مومنین کرام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں) کو دیا جائے گا۔

ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد اللہ نے مچھلیوں کے بادشاہ کے ساتھ کھیلنا بند کر دیا اور اسی وقت سے اس نے حوا کے ساتھ ناچنا بھی بند کر دیا۔ (معلوم ہوتا ہے کہ یوریپین ڈانس کے موجد یہی دونوں ہیں) باوجودیکہ وہ اس کے بال گوندھ چکا تھا اور کپڑے پہنا چکا تھا۔ اللہ نے انہدام ہیکل کی اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا اور رونے لگا۔ (نقاب پوش یہودیوں میں بھی اللہ کے متعلق کچھ اسی قسم کے تصورات ہیں انھوں نے اللہ کی غلطیوں کے لیے ایک اصطلاح "بدا" وضع کر لی ہے) اور رات کے تہائی حصہ میں شیر کی طرح دہاڑ کر کہتا ہے کہ "میرے لیے ہلاکت ہو کیونکہ میں نے اپنا گھر ویران کرنے، ہیکل کو جلانے اور اپنی اولاد (یہودیوں) کو لٹوانے کا حکم دیا۔"

جس وقت لوگ اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں تو وہ سر جھکا کر کہتا ہے: "وہ بادشاہ کتنا خوش نصیب ہے جس کی حمد و ثنا مستحق ہونے کی بنا پر کی جاتی ہے لیکن وہ باپ کسی حمد و ثنا کا مستحق نہیں جو اپنی اولاد کو سختی اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ دے۔" (یہودی اپنے آپ کو اللہ کی اولاد کہتے ہیں)

"آنحاق" نام کا ایک فرضی درندہ ہے جس کی دہاڑ سے یہودی اللہ کی دہاڑ کو تشبیہ دیتے ہیں جو کسی نامعلوم جنگل میں رہتا ہے۔ ایک مرتبہ شہنشاہ روم (؟) نے اسکو دیکھنے کا ارادہ کیا، اور وہ اس کے پاس لایا جا رہا تھا (جو لوگ اس کو لا رہے تھے کس دل گردہ کے لوگ ہونگے؟) تو جب روم سے اس کا فاصلہ چار سو فرسخ رہ گیا تب وہ زور سے دہاڑا، اس کی دہاڑ کی گونج سے رومی عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے، جب تین سو فرسخ کی دوری رہ گئی تو وہ دوبارہ دہاڑا اور اس کی آواز سے باشندگان روم کے دانت گر گئے (دانتسازوں اس نکتہ کو یاد رکھیں۔ دانت لگانے میں آسانی رہیگی) اور شہنشاہ اپنے تخت پر سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس کے دیکھنے سے باز آ گیا۔

تالمودی اللہ کی خطائیں

اللہ یہودیوں کو سختی اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ دینے پر بعید پشیمان اور شرمندہ ہو اور روزانہ اپنا منہ پیٹ پیٹ کر روتا ہے۔ ابھی تو جب یہودی فلسطین سے نکال باہر کئے جائیں گے اور ان کی خبیث سازشوں کی بنیاد پر دنیا کا کوئی ملک ان کو اپنے یہاں رکھنے پر تیار نہ ہوگا اور ساری دنیا ان کے لئے تنگ ہو جائے گی اس وقت یہودیوں کا تالمودی اللہ آسمان پر روزانہ مجلس غم برپا کیا کرے گا جس میں جملہ یہودی کی روحیں، تمام فرشتے اور کل شیاطین شریک ہوا کریں گے اور اللہ خود رولق افزائے منبر ہو کر ذکر مصائب و فضائل یہود بیان کرے گا اور کہے گا کہ "حضرات تمام گریہ ہے۔" اس پر سب حاضرین ہو ہو کا آہنگ کے ساتھ خوب رو دیں گے یا کم از کم منہ بسور لیں گے بمقتضائے "مَنْ بَكَىٰ أَوْ أَبْكَىٰ أَوْ تَبَاكَىٰ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" پھر سب لوگ مل کر طبلہ کی تھاپ پر سینہ کوبی کریں گے۔ مجلس کے خاتمہ پر تالمودی اللہ اپنا تصنیف مرثیہ سنایا کریگا جس میں رقت کے جذبہ حاضرین چیخ ہیجان کر رونے کا مظاہرہ کریں گے اور تالمودی اللہ روتے روتے بیہوش ہو جایا کرے گا اس کے بعد حاخام لوگ "گریہ خداوندی" کے عنوان سے تالمود میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیں گے) اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکل کر سمندر میں گر جاتے ہیں جن کی گنگناہٹ سے پانی بے چین ہو جاتا ہے اور طوفانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، نیز بسا اوقات زمین دہل جاتی ہے اور زلزلہ آ جاتا ہے۔

چاند کے متعلق اللہ کی خطا یہ ہے کہ چاند نے اللہ سے شکایت کی کہ تو نے مجھے سورج سے چھوٹا پیدا کیا، تو اللہ نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کہا "میرے لئے قربانیاں ذبح کرو تاکہ میرے گناہ کا کفارہ ہو جائے کہ میں نے چاند کو سورج سے چھوٹا پیدا کیا۔"

تالمود کے قول کے مطابق اللہ غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسے غصہ آتا ہے تو وہ اپنے ہوش میں نہیں رہتا جیسا کہ وہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل سے ناراض ہو گیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ ان کو حیات ابدی سے محروم کر دیگا، لیکن جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس کو اپنی اس حرکت پر پشیمانی ہوئی اور اس نے اپنی اس قسم پر عمل نہیں کیا کیونکہ یہ انصافی ہوتی۔

تالمود میں ہے جب اللہ غیر شرعی قسم کھا لیتا ہے تو اسکو ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو قسم سے نجات دلائے، یہ بھی تالمود میں مرقوم ہے کہ کسی اسرائیلی دانشمند نے اللہ کو کہتے سنا کہ "کوئی ہے جو مجھے اس قسم سے نجات دلائے؟" جب باقی حاخاموں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے اس دانشمند کو گدھا کیوں کہ وہ اللہ کو قسم سے نجات نہ دلا سکا۔ لہٰذا انھوں نے آسمان اور زمین کے درمیان "می" نام کا ایک فرشتہ مقرر کر دیا اللہ کو اس کی قسم سے نجات دلائے۔ اور ضرورت پیش آنے پر اس کے لئے قربانیاں کرے۔

یہ بھی مذکور ہے کہ ایک مرتبہ اللہ نے اپنی قسم توڑی اور ابراہیم اور ان کی بیوی سارہ کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹ بھی بولا اسی بنا پر جھوٹ ایک اعلیٰ درجہ کی نیکی بن جاتا ہے بشرطیکہ مصالحت کے لئے ہو۔ (غالباً تقیہ کے تقدس کی بنیاد یہی واقعہ ہے اگرچہ اس کے لئے مصالحت کرانے کی قید نہیں ہے)

اللہ برائی کا بھی سرچشمہ ہے جس طرح بھلائی کا اس نے فطرت انسانی کو بہت گھٹیا بنایا ہے، اگر اسکے لئے شریعت نہ جاری کر دی ہوتی وہ خطائیں جاری تھی۔ اس نے یہودیوں کو شریعت کی پیروی پر مجبور کر دیا اسی لئے شاہ داؤد نے اوریا کو قتل کر کے اور اس کی عورت سے زنا کر کے غلطی نہیں کی اور وہ اللہ کی طرف سے کسی سزا کا مستحق نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے ہوئیں۔ (نعوذ باللہ)

یہودیوں سے فرشتوں کا حسد

فرشتوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن پر موت کبھی طاری نہیں ہوتی یہ دوسرے دن پیدا کئے گئے تھے دوسرے وہ جن پر موت طاری ہوتی ہے۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو عرصہ دراز کے بعد مرتے ہیں، یہ وہ فرشتے ہیں جو پانچویں دن پیدا کئے گئے دوسرے وہ فرشتے ہیں جو پیدا ہوتے ہی اللہ کا نام لیکر، تسبیح پڑھ کر اور تالمود کا مطالعہ کر کے مر جاتے ہیں ان کو آگ سے پیدا کیا گیا اللہ نے انکا لشکر اپنی چھنگلیا کے کنارے سے پیدا ہونے والی آگ سے جلا کر خاکستر کر دیا۔ اللہ روزانہ ایک لفظ بول کر نیا فرشتہ پیدا کرتا ہے یہ فرشتے بہت تیزی سے عالم وجود میں آ کر فوراً اس سے نکل بھی جاتے ہیں۔ مختلف کام مختلف فرشتوں کے سپرد ہے ان میں سے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین سے اگنے والی نباتات کی حفاظت کرتے ہیں ان کی تعداد زمین سے اگنے والی نباتات کی قسموں کے مطابق اکیس ہزار ہے (پتہ نہیں کہ حاخاموں نے نباتات کی اس تعداد کا تعین کس طرح کیا؟) ان میں سے ہر ایک کی ڈیوٹی ایک قسم کے پودے کی حفاظت کے لئے لگا دی گئی ہے۔

ان میں سے ایک فرشتہ "جرکمو" ہے جو بادلوں کے ساتھ مخصوص ہے، "میخائیل" پانی کے لئے "جبرئیل" آگ کے لئے اور پھلوں کو پکانے کے لئے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے فرشتے ہیں جنکے نام صرف حاخاموں کو معلوم ہیں جن میں سے بعض اچھائی کے لئے مخصوص ہیں اور بعض برائی کے لئے ان میں سے بعض محبت اور صلح قائم رکھتے ہیں۔ بعض چرند پرند جانوروں اور مچھلیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بعض علم طب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ باقی فرشتوں کا کام چاند، سورج اور ستاروں کی حرکت کی نگرانی کرنا ہے۔ حاخام "میالوند" کا قول ہے کہ اجرام سماویہ نے فرشتوں سے مصالحت کر لی ہے اس لئے ان میں عقل و فہم کا مادہ ہو گیا ہے۔

فرشتے سریانی اور کلدانی زبانیں نہیں سمجھتے ہیں، لہٰذا ان سے جو کچھ مانگا جائے وہ ان دونوں زبانوں کے علاوہ کسی اور زبان میں مانگا جائے۔ فرشتوں کے یہ زبانیں نہ جاننے کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں کو کوئی ایسی دعا نہیں عطا کی گئی جو سریانی یا کلدانی میں ہو۔ تالمود میں ہے کہ فرشتے ان زبانوں سے ناواقف رکھے گئے تاکہ یہودیوں سے حسد نہ کرنے لگیں۔ ایک دوسری تالمودی روایت ہے کہ فرشتے کوئی زبان بھی نہیں سمجھتے لیکن ان دونوں زبانوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اگر ان میں ان سے کوئی چیز مانگی جائے تو نہیں سنتے۔

شیاطین کی تاریخ

اللہ نے شیطانوں کو جمعہ کے روز اس وقت پیدا کیا جب شام کا دھندلکا چھا چکا تھا اور ان کے اجسام اور کپڑے نہیں پیدا کئے کیونکہ یوم السبت (اللہ کی چھٹی کا دن) قریب تھا اور اللہ کے پاس یہ سب کام کرنے کا وقت نہیں تھا ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے ان کو سزا دینے کے لئے انکے جسم نہیں پیدا کئے کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ انسان بغیر جسم کے پیدا کیا جائے۔

شیطانوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض شیاطین آگ اور پانی کے مرکب سے پیدا کئے گئے ہیں، بعض ہوا سے اور بعض مٹی سے۔ ان کی روحیں ایسے مادہ سے پیدا کی گئی ہیں جو چاند کے نیچے پایا جاتا ہے اور صرف شیاطین کی ارواح بنانے کا کام آتا ہے بعض شیطان نسل آدم ہیں (پروٹوکولات حکمائے صہیون پڑھنے کے بعد یہی اندازہ ہوتا ہے) جب اللہ نے ہمارے باپ (آدم) پر لعنت کی کہ اپنی بیوی حوا سے مجامعت کرے تاکہ بدنصیب عورتیں پیدا ہوں تو ان کے پاس دو شیطانیاں لائی گئیں، انھوں نے جب ان سے مجامعت کی تو ان سے شیاطین پیدا ہوئے۔ (غالباً صہیونی اپنا نسب نامہ بیان کر رہے ہیں)

تالمود ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ آدم ایک شیطانی کو ۱۳۰ سال پہلے لائے جس کا نام "لیلیت" تھا اس سے شیطانوں کو جنا (لیلیت نہ ہوتی تو مملکت اسرائیل کیسے وجود میں آتی) حوا بھی اسی عرصہ میں شیاطین ہی جنتی رہی کیونکہ ان سے نر شیاطین مجامعت کرتے تھے (شاید اسی نسل سے ڈاکٹر تھیوڈر ہرزل اور بقیہ صہیونی ہیں۔ یہ ہے صہیونیوں کا نسب نامہ)۔

تالمود ہی کی روایت ہے کہ شیاطین میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ چلتا رہا ہے (اگر یہ سلسلہ نہ چلتا تو صہیونی کہاں سے آتے؟) وہ بھی آدمیوں ہی کی طرح کھاتے پیتے اور مرتے ہیں۔

شیاطین کی چار مشہور مائیں ہیں جب سلیمان حکیم (حضرت سلیمان علیہ السلام) اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے علم لینے لگے تو ان سے مل جل کر رہے تھے اور ان سے مدد کرتے

بقیہ ص ۲۵ پر

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنے خاکستر میں تھی!

انور پاشا

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم اے پی ایچ ڈی

انور پاشا کی شخصیت ناقابل فراموش ہے۔ لیکن انجمن اتحاد و ترقی کے متعلق جدید تحقیقات یہ ہیں کہ وہ فری میسن کے زیر سایہ تھی۔ انور پاشا کی شخصیت کا یہ جز اس وجہ سے محل نزاع ہے۔ اگرچہ یہ اشتباہ کھلی ہے قطعی نہیں، امید ہے کہ یہ مفید مضمون یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے توجہ سے پڑھا جائیگا

انور پاشا کی شخصیت اس حیثیت سے ان کے تمام معاصرین میں ممتاز ہے کہ ان کے اندر ہمیں زندگی کی بہت سی اعلیٰ قدریں ملتی ہیں جو ان کی شخصیت کو بہت پُرعظمت بنا دیتی ہیں۔ انور اگر ایک جانب بہترین سپہ سالار تھے تو دوسری جانب ایک بلند انسان بھی تھے اعلیٰ انسانیت کا یہ وصف اگر ان کے معاصرین میں تلاش کیا جائے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ اور بہت سے کامران بھی اس میدان میں ناکام نظر آتے ہیں۔ انور کی زندگی میں لذت پسندی اور عیش کوشی کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔ بڑا وصف ان کی زندگی میں قدیم و جدید اقدار کے اجتماع کا ہے۔ جس سے ترکی کے بہت سے نامور اشخاص بھی عاری ہیں۔ ان کے جذبات میں اسلام کے لئے ایک تڑپ، دل میں سوز دروں کی ایک کیفیت تھی۔ اور ان کے عمل میں اسلامی زندگی ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔

انور پاشا کے کارناموں کی داستان نامکمل رہے گی اگر اس میں انجمن اتحاد و ترقی کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ خلیفہ عبد الحمید نے بے شمار لوگوں کو جلاوطن کر دیا تھا اور پورا ملک ایک جاسوس خانہ بن کر رہ گیا تھا۔ یہ انجمن جلاوطن نوجوانوں نے پہلے جنیوا میں قائم کی پھر پیرس اس کا دفتر منتقل ہوا۔ اس کے بعد مقدونیہ کے شہر "سالونیکا" اس تحریک کا مرکز بنا یہیں سے انور کی سیاسی زندگی شروع ہوتی ہے۔ بغاوت کے وقت یہ جماعت ایک منظم طاقت بن چکی تھی اور اس کے اسی ہزار مخلص ممبر بن چکے تھے لیکن اب تک یہ جماعت خفیہ تھی۔ ہر ممبر صرف چار ممبروں سے شناسا تھا۔ کہتا تھا کہ اگر وہ کبھی پارٹی سے غداری کا ارادہ ہو جائے تو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔ ہر نیا ممبر قرآن مجید پر ایک ریوالور رکھ کر یہ اقرار کرتا تھا کہ اس نے اپنا سب کچھ لٹا دینے اور اس معاملہ کو خفیہ رکھنے کا عہد کر لیا ہے۔

(۱) انجمن اتحاد و ترقی کے ممتاز ممبروں میں جاوید، طلعت نیازی، جمال پاشا اور انور تھے۔ مگر روح رواں صرف انور کی شخصیت تھی۔

انور اور نیازی نے فوجیں لے کر حکومت سے بغاوت کر دی۔ خود سرکاری فوجیں باغیوں سے مل گئیں دونوں فاتحانہ شان سے شہر سالونیکا میں داخل ہوئے۔ سلطان عبد الحمید نے انور کو لالچ دی، مگر انھوں نے سلطان کو پیغام بھیجا کہ اگر ۲۴ گھنٹوں کے اندر ملک کو دستور عطا نہ ہوا تو ہماری فوجیں قسطنطنیہ کی طرف بڑھیں گی۔ لامحالہ ملک کو دستوری آزادی دینی پڑی۔ اس کا بیان آرم اسٹرانگ کی زبان سے سنیئے۔

"سالونیکا میں الائینس جلیس ہو چلی تھے کہ یہ آمدے میں انور پاشا نے نئے دستور کا اعلان کیا۔ ان کے پیچھے افسروں کی ایک جماعت تھی جن میں مصطفیٰ کمال بھی غیر مشہور و غیر معروف بلا کسی امتیاز کے کھڑے تھے"(۱)

"اس موقع پر خالدہ ادیب خانم اپنی کتاب ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش میں لکھتی ہیں کہ" جس نے ترکی کا وہ زمانہ دیکھا ہے اسے یاد کر کے بے چین ہو جاتا ہے اس میں انقلاب فرانس کی سرمستیاں موجود تھیں مگر وہ خون ریزیاں نہ تھیں، لوگ، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کے بجائے فرط محبت سے گلے ملتے تھے۔"

انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان معتدل مزاج تھے اور ان کے اندر جدید و قدیم عناصر کا امتزاج تھا اس انقلاب کے بہت سے دشمن تھے۔ کٹر مذہبی طبقہ ان کی جدیدیت سے بے زار تھا۔ فوج کا قدامت پسند طبقہ خوش نہ تھا استعماری طاقتیں ترکی کو طاقتور دیکھنا پسند نہ کرتی تھیں اور اس انقلاب سے خائف تھیں۔ یہودی اور عیسائی اب تک فوجی خدمت سے بری تھے مگر انقلابی حکومت نے اس خدمت کا موقع دیا جس سے وہ ناخوش ہو گئے۔ ان وجوہ سے قسطنطنیہ میں اس انقلابی حکومت کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اس موقع پر خالدہ ادیب خانم لکھتی ہیں "یہ بڑی خون ریز اور ناپاک شورش تھی بہت سے نوجوان محض اس لئے قتل کر دیئے گئے کہ وہ کالر لگاتے تھے کالر مذہب کی شدید مخالفت سمجھا جاتا تھا۔"

آرم اسٹرانگ لکھتا ہے کہ "اس موقع پر انور برلن سے عجلت کے ساتھ آئے فوج کے اگلے حصہ کی کمانڈ ہاتھ میں لی۔ مصطفیٰ کمال بھی ان کے اسٹاف میں شامل تھے۔ انجمن اتحاد و ترقی کے اب وہ مقبول ہیرو بن گئے انھوں نے پہلی بار مقدونیہ میں بغاوت کی رفتار کو تیز کر دیا تھا۔ اس وقت بھی انھوں نے فوج کے اگلے حصہ کی کمانڈ کر کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا۔" (۲)

نئی حکومت پر یورپی سامراجیوں نے یورش کی چنانچہ ہرزی گووینا پر اسٹریا نے قبضہ کر لیا۔ طرابلس پر اٹلی نے حملہ کیا۔ مصطفیٰ کمال اور انور پاشا طرابلس پہونچے وہاں ان کی ملاقات مشہور بزرگ شیخ احمد شریف سنوسی سے ہوئی۔ انور نے عربوں اور ترکوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور ڈٹ کر اطالیوں کا مقابلہ کیا۔ وہ طرابلس میں مشغول جہاد تھے کہ بلقانی ریاستوں نے متحد ہو کر اعلان جنگ کر دیا۔ صدر اعظم کامل پاشا کی ناعاقبت اندیشی سے اور کو شکست ہوئی مگر بلقانی ریاستوں میں تقسیم غنیمت کے بارے میں اختلافات رونما ہوئے موقع پا کر انور پاشا نے "ادرنہ" پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ صلح کی لندن کانفرنس میں صدر اعظم کامل پاشا نے ادرنہ کو حوالہ کر دینے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ انور پاشا صدر اعظم کے کمرہ میں داخل ہوئے، دونوں طرف سے گولیاں چلیں اور انور نے صدر کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا۔ اس اثنا میں ادرنہ پر دوبارہ اتحادی قابض ہو گئے مگر انور نے پھر اس پر پہلے کی طرح قبضہ کر لیا۔ اس طرح انور نے عبد الحمید کے مظالم سے ترکی کو نجات دلائی۔ اور سامراجی طاقتوں کو دندان شکن جواب دیا۔

انور پاشا کی ناکامی جرمنی کے ساتھ معاہدہ سے وابستہ ہے۔ انھوں نے امیر شکیب ارسلان سے بڑی عمدہ بات کہی تھی کہ اگر جنگ میں ترکی کو شکست ہوئی تب بھی کوئی بات نہیں کیونکہ ترکی کو بانٹ کھانے کا پروگرام روس، فرانس اور برطانیہ نے پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔ لیکن اگر فتح ہو گئی تو ترکی کی قسمت جاگ اٹھے گی۔

اتحادیوں کی فتح کے بعد ترکی پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا تمام لیڈروں کو پھانسی دی جا رہی تھی ایسی صورت میں انور نے ملک سے باہر جانے کا فیصلہ کیا جو مناسب تھا انور کے ایک بھائی "نوری" "آذربیجان" اور طاشقند میں پہلے سے فوج کے ساتھ موجود تھے۔ اور مسلمانوں کو بیدار کر رہے تھے۔ انور نے وہیں کا رخ کیا۔ مگر سمندر کی طغیانی کی وجہ سے برلن جانا پڑا۔ وہاں بالشویک سے اتحاد کی بات چیت ہو گئی۔ انور روس روانہ ہوئے مگر ہوائی جہاز غلط فہمی سے اتحادیوں کی سرزمین "لتونیا" پر اتر پڑا۔ انور نے کسی طرح جرمنوں کو مطلع کیا۔ اور مقررہ وقت پر ہوائی جہاز ایک مقررہ جگہ آگیا۔

بقیہ صفحہ ۲۵ پر

(۱) دولت عثمانیہ، مصنفہ ڈاکٹر محمد عزیز ج ۲ ص ۲۷۳

(۲) گرے ولف مصنفہ آرم اسٹرانگ صفحہ ۳۳

اسلام کے سب سے کمسن سپہ سالار

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

انیس احمد ندوی

اُسامہ بن زیدؓ اسلام کے سپہ سالاروں میں سب سے کمسن سپہ سالار ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ان کے باپ زید بن حارثہؓ کی یاد تازہ کی جائے، چنانچہ اسامہ بن زیدؓ ۱۸ سال کے ہوئے تو معرکۂ روم میں بھیجی جانے والی فوج کا جھنڈا آپ ہی کو عطا فرمایا۔ تاکہ دعوت اسلامی کا مذاق اڑانے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیروں پر زیادتیاں کرنے والوں اور آپؐ کے اصحابؓ کو قتل کرنے والوں کو "اسلام دشمنی" کا مزہ چکھا دیں!

لیکن یہ اسامہ کون ہیں؟ وہ کون ایسا شخص تھا جس کی آنحضور صلعم کے دل میں اتنی قدر و منزلت تھی یہاں تک کہ ان کی یاد تازہ کی، اور ان کے نوجوان بیٹے کو مرکز قیادت پر مامور فرما کر یہ سرخروئی عطا فرمائی۔ وہ زید بن حارثہؓ ہیں، عرب کے معزز و مشرف لوگوں میں آپ کا شمار تھا۔ ان کا نسب نامہ لوی بن کعب سے جا ملتا ہے۔ خدا کی مشیت ایسی کہ بچپن ہی میں قیدی ہو گئے، "بنو قین بن جسر" کا ایک قافلہ گزر رہا تھا جس میں زید کی ماں "سعدی" بھی تھیں جو اپنی قوم "بنو معن" کی زیارت کو جا رہی تھیں۔ کہ راستے ہی میں کچھ لوگوں نے زبردستی قید کر لیا۔ اور "عکاظ" کے بازار میں ۴۰۰ درہم میں فروخت کر دیئے گئے۔ اور بنو اسد کے ایک آدمی نے اپنی پھوپھی "خدیجہ بنت خویلد" کے لئے خرید لیا۔ جب خدیجہؓ نے آنحضور صلعم سے شادی کی تو ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر ۸ سال کی تھی۔ زید کے والد محترم کو ان کی جدائی کا بے حد افسوس اور ملال تھا جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا لخت جگر آنحضور صلعم کے پاس ہے تو وہ پتہ لگاتے لگاتے آپ کے پاس پہونچے، اس وقت آنحضور صلعم مسجد میں تشریف فرما تھے، وہ آپؐ سے مخاطب ہوئے، اے ابن عبد المطلب! اے اپنی قوم کے سردار، آپ لوگ نگہبان اور والی ہیں، اور ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں جہاں ہر ایک کو مکمل امان ہو تی ہے، ہر چیز محفوظ و مامون رہتی ہے۔ آپ لوگ غلاموں کو آزاد کرنے والے ہیں۔ قیدیوں کو کھانا کھلانے والے ہیں۔ ہمارا جو بچہ آپ کے پاس ہے اسی لئے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے اوپر اتنا احسان کیجئے کہ اس کو آزاد کر کے بغیر فدیے ہمارے حوالے کر دیجئے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ آنحضور صلعم نے فرمایا۔۔۔ یہی بات ہے؟ زید کو بلایئے اگر وہ آپ لوگوں کے ساتھ جانا چاہیں تو بغیر فدیہ کے آپ لوگ اس کو بخوشی لے جا سکتے ہیں۔ اور اگر میرے ساتھ رہنا چاہے تو اس کا اس کو اختیار ہوگا، جب زید آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کے گھر والوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ زید نے کہا ہاں! یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا جان ہیں۔ آنحضور صلعم نے زید سے کہا! تم نے مجھ کو خوب اچھی طرح جانچ لیا ہے اور میری صحبت اور تربیت میں رہ کر میرا سلوک بھی دیکھ لیا ہے تو اب تم کو اختیار ہے، جی چاہے تو میرے ساتھ رہو یا ان کے ساتھ اگر جانا چاہو تو بخوشی جا سکتے ہو۔ زید نے کہا: میں کسی کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ میرے چچا اور باپ ہی کے درجہ میں ہیں" زید کے باپ نے کہا: افسوس ہے تم پر! کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ زید نے جواب دیا "میں نے اس ہستی میں ایسی ایسی چیزیں دیکھی ہیں کہ جس کی وجہ سے میں آپؐ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو ان کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئے، اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا "تم لوگ گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے" میرے مرنے کے بعد وہ میرا وارث ہوگا۔ اور میں اس کا وارث ہوں گا۔" زید کے والد وغیرہ نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور ان کو آنحضور صلعم کے پاس چھوڑ کر خوشی خوشی اپنے گھر واپس آگئے!

حضرت زید رضا بقین مسلمین میں سے تھے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ چوتھے مسلمان ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ غزوۂ "بدر" میں بھی شرکت کی تھی۔ اور کفر پر اسلام کی خوشخبری انھوں ہی نے "مدینہ" میں پہونچائی تھی۔ آنحضور صلعم نے ان کو اپنے گھر کا ایک مستقل فرد بنا لیا تھا۔ اسی لئے آپؐ نے ان کی شادی اپنی دائی "ام ایمن" سے کر دی تھی اور انھیں سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلعم نے جب بھی کسی لشکر کے ساتھ زیدؓ کو بھیجا تو زید ہی کو ان کا امیر بنایا ہے۔ جب آنحضور صلعم کے دل میں حضرت زید کا یہ مرتبہ تھا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ان کے بیٹے کی بھی وہی قدر و منزلت ہو۔"

حضرت زیدؓ حضرت خدیجہؓ کے ہاتھوں فروخت ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "بیٹا" ہونے کا شرف پایا۔ اور اسی طرح حضرت اسامہؓ کو یہ خوش نصیبی حاصل ہوئی کہ وہ آنحضورؐ کے سایہ میں بچپن گذارا اور آپؐ کے منظور نظر ہو گئے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اسامہ بن زیدؓ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ تم میں بہت ہی نیک آدمی ہیں اس لئے تم لوگ ہمیشہ ان سے اچھی اچھی باتیں سیکھنے کی کوشش کرتے رہنا۔

جس وقت حضرت زیدؓ شہید ہوئے ہیں اس وقت اُسامہؓ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ جب ۱۸ سال کے ہوئے تو آپؐ نے سوچا کہ ان کے مجاہد باپ کی یادگار اور تعظیم و تکریم میں روم کی سرحد پر جانیوالی فوج کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیدیں، لیکن آنحضور صلعم بیمار پڑ گئے اور اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے اسی وقت اسامہؓ نے سوچا کہ امیر لشکر چننے کا اختیار خلیفہ کو سونپ کر خود الگ ہو جائیں۔ لیکن خلیفۂ رسول آنحضور صلعم کی خواہش پوری کئے بغیر نہ رہ سکے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں بعض صحابہؓ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ ان میں سے عمر بن خطاب بھی تھے اس لئے کہ اسامہ بن زید فن حرب میں نئے اور کم سن تھے لیکن جب آنحضور صلعم کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت زیادہ خفا ہو گئے اور سب کو ان کے جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا۔ مگر جب آپؐ کا وصال ہو گیا حضرت اسامہؓ کے امیر لشکر ہونے پر حضرت عمرؓ لوگوں کا اعتراض پیش کرنے کی غرض سے حضرت ابو بکرؓ کے پاس تشریف لے گئے، جب انھوں نے اعتراض پیش کیا تو ابو بکرؓ نے اچھل کر آپ کی داڑھی پکڑ لی۔ اور کہا: اے ابن خطاب! تمہاری ماں تم پر روئے! تم چاہتے ہو کہ آنحضور صلعم کے متعین کردہ امیر لشکر کو میں معزول کر دوں؟ تو سن لو کہ میں آنحضور کے فیصلے کو ہرگز ہرگز نہیں ٹال سکتا چاہے مجھ کو کتے اور بھیڑیئے نوچ ہی کیوں نہ ڈالیں!" جب حضرت عمرؓ واپس ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا فیصلہ ہوا ہے؟ انھوں نے کہا: تم لوگوں کی ماں تم سب پر روئے! تم لوگوں کی وجہ سے مجھ کو خلیفۂ رسولؐ کے سامنے بڑی رسوائی اٹھانی پڑی۔ تم لوگوں نے مجھ کو خلیفۂ رسولؐ کے سامنے ذلیل کر دیا۔"

ابو بکر صدیق رضؓ نے سوچا کہ آنحضور صلعم کی تعظیم و تکریم میں اور اضافہ کر دیں چنانچہ وہ پیدل ہی لشکر کے ساتھ فوجیوں کو جوش دلاتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے، اور حضرت اسامہؓ سوار تھے، حضرت اسامہ

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

کلکی اوتار اور محمد صاحب

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ایم اے — ترجمانی وصی اقبال صاحب

اسی طرح آدم (علیہ السلام) سے قدیم ہونے کے باعث پرانوں کا زمانہ تخلیق ۲،۰۰۰،۸،۰۰۰ سال تسلیم ثابت ہوجاتا ہے جو ہر طرح ممکن ہے۔ بھلے ہی کچھ لوگ اس پر معترض ہوں۔

آدم (علیہ السلام) سے قبل پرانوں کے زمانوں میں چار ورن (طبقے) تھے۔ لیکن یہ ورن اپنے صرف کاموں کی مناسبت کے لحاظ سے تھے۔ ذات کے اعتبار سے نہیں، شودر، برہمن بن جاتا تھا اور برہمن شودر بن جاتا تھا۔ جب ساری مخلوق کا مالک صرف ایک خدا ہے تو قومی بھید بھاؤ ہو ہی نہیں سکتا۔ چلنے پھرنے کا عمل، جسم، ذات، بال، سکھ دکھ، خوف اور گوشت کے حساب سے سب انسان برابر ہیں۔ پرانوں کے درمیان اونچ نیچ کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ رگ وید میں جو برہمن، چھتری، ویش اور شودر کے چار نام آئے ہیں ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ چار ذاتیں ہیں۔ ان کا مطلب صرف اتنا ہے کہ عمل اور خوبیوں کے چار طبقوں کا قیام اور ان چاروں طبقوں میں آزادانہ آیا جایا جا سکتا تھا۔

اسی طرح پرانوں کا زمانہ تخلیق اور چار طبقاتی نظام پر تفصیل سے بات چیت کرنے کے بعد میں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانوں میں بعد میں اضافہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ بھاگوت پران کے ایک باب میں اٹھارہوں پرانوں کے اشلوکوں کی تعداد دی ہوئی ہے جس کے باعث ایک اشلوک بڑھانے کی ہمت بھی نہیں کی جا سکتی۔

اب میں خدا کا نام لے کر آخری اوتار سے متعلق گفتگو کروں گا۔ جس کے لئے مجھے پروفیسر سوتی پرشاد بسٹر ویدی سابق ہیڈ آف دی سنسکرت ڈیپارٹمنٹ پریاگ یونیورسٹی اور ۱۰۰۸ سوامی [illegible] سرسوتی کی جانب سے حکم ملا ہے اور میں ان دونوں بزرگوں کا اس کے لئے ممنون احسان ہوں۔

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ایم اے
(ریسرچ اسکالر سنسکرت ڈیپارٹمنٹ پریاگ یونیورسٹی)

آخری اوتار کی خصوصیات:۔

۱۔ گھوڑا سوار۔ پرانوں میں آخری اوتار سے جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے ان کی سواری گھوڑا ہی بتائی گئی ہے۔ وہ گھوڑا تیز رفتار ہوگا، اور گھوڑے کی صفت میں دیودت نام آیا ہے۔ یعنی دیوتا کا عطیہ۔

۲۔ سیف یکف گھوڑا سوار ہونے کے علاوہ آخری اوتار کو سیف بکف بھی بتایا گیا ہے۔ برائیوں کا خاتمہ اوتار تلوار سے کریں گے جو ہری لو سے نہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ ابھی دور ہے تلوار کا دور نہیں ہے اور اوتار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنا لباس اور ہتھیار وقت، زمانہ اور ضرورت کے مطابق رکھتا ہے۔ وہ جس قوم یا طبقے میں پیدا ہوتا ہے اسی قوم یا طبقے کے مطابق اس کا پہناوا ہوتا ہے۔

۳۔ ہشت الٰہی صفات سے آراستہ آخری اوتار آٹھ الٰہی صفات سے آراستہ ہوگا۔ ان آٹھوں صفات اور خصوصیات کا ذکر پرانوں نے کیا ہے۔

۴۔ دنیا کا محافظ (حفاظت کرنا) وجاتو میں ڈتی پرتے کے ملانے سے بنا ہے۔ جگت کے معنی دنیا۔ اس لئے جگت پتی کے معنی ہوئے دنیا کا محافظ۔

۵۔ بدکاروں کا مٹانا۔ آخری اوتار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ برے لوگوں ہی کو مٹائیں گے[1] اچھے لوگوں کو نہیں۔

۶۔ چار مددگاروں کی حمایت یافتہ۔ آخری اوتار کے چار مددگار ہوں گے جو ہر طرح اس کی حمایت و مدد کریں گے[2]۔

۷۔ فرشتوں کے ذریعہ مدد۔ دین کے پھیلانے اور بدروحوں کے مٹانے میں مدد دینے کے لئے فرشتے (دیوتا) بھی آسمان سے اتر آئیں گے۔

۸۔ شیطان سے نجات دہندہ۔ جس کے معنی کلی لفظ استعمال ہوتا ہے اسی معنے میں شیطان لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آخری اوتار کے ذریعے شیطان یعنی کلی کو شکست ہوگی۔

۹۔ تابانی۔ آخری اوتار کا جسم اسقدر پرنور ہوگا کہ اس کی مثال نہیں دی جا سکتی اور اس جیسا پرنور کوئی دوسرا اوتار ہوا ہے۔

۱۰۔ بادشاہ نما ڈاکوؤں کا خاتمہ۔ آخری اوتار کے بارے میں بھاگوت پران میں یہ بھی تحریر ہے کہ وہ بادشاہ نما ڈاکوؤں کا خاتمہ کریں گے۔

۱۱۔ جسم سے خوشبو نکلنا۔ آخری اوتار کے جسم سے خوشبو نکلے گی۔ جو ہوا میں مل کر لوگوں کے دلوں کو نرم کرے گی۔

۱۲۔ عظیم معاشرے کا مبلغ۔ آخری اوتار ایک عظیم معاشرے کی اصلاح کریں گے اور ادر بیدین لوگوں سے برائیاں دور کرکے انھیں راہ راست پر لائیں گے۔

۱۳۔ بیساکھ کے بڑھتے چاند کی بارھویں تاریخ کو پیدائش۔ آخری اوتار کی پیدائش ماہ بیساکھ کے دوسرے پندرھواڑے کی بارہ تاریخ کو ہوگی۔ اور یہ بات کلکی اوتار میں تحریر ہے۔

۱۴۔ سنبھل کے بڑے پروہت کے یہاں پیدائش۔ آخری اوتار کی پیدائش سنبھل کے خاص پروہت وشنو یس کے یہاں اور والدہ کا نام سومتی ہوگا[3]۔

آخری اوتار کا زمانہ:۔

ہندوستان کی مذہبی کتابوں نے زمانہ کو چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔

۱۔ ست یگ۔ اس زمانہ کا نام تخلیقی دور بھی ہے۔ اس کی مدت سترہ لاکھ اٹھارہ ہزار سال ہے۔

۲۔ تریتا یگ۔ تریتا یگ کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال ہے۔

۳۔ دواپر یگ۔ تریتا یگ کے بعد دواپر یگ آتا ہے اسکی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال ہے۔

۴۔ کلی یگ۔ کلی یگ کی مدت چالیس لاکھ

(باقی صفحہ پر)

---

[1] بھوشیے پران برہم پرو باب ۴، اشلوک ۷۴
[2] بھوشیے پران برہم پرو باب ۴، اشلوک ۴۴
[3] ۴۲
رگ وید ۱۰۔۹۰۔۱۲، اتھروید ۱۹۔۶۔۶

(نوٹ) عام طور پر اب تک اوتار لفظ کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے کہ انسان کی شکل میں زمین پر اترتا ہے۔ لیکن معزز مقالہ نگار نے اس لفظ کے معنی یہ بتائے ہیں کہ ایک نیک انسان کا دوسرے انسانوں کی اصلاح کے لئے زمین پر آنا۔ الیشور کا اوتار، کے یہ معنی بڑی حد تک حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور اس طرح یہ لفظ اب خدا کا رسول کے ہم معنی ہوگیا ہے۔ (ادارہ)

بھاگوت پران ۱۲۔۲۔۱۹

(نوٹ) معزز مقالہ نگار کی مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے لیکن وہ کسی غلط فہمی کے باعث بار بار آدم علیہ السلام کا نام لے رہے ہیں۔ ہم اپنی غلطی کے اعتراف کے ساتھ اسے بدلنا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہے۔ (ادارہ)

بھاگوت پران ۱۲۔۲۔۱۹، ۱۲۔۲۔۲۰، ۱۲۔۲۔۲۱
یہ دیو اچار مددگاروں کے ساتھ میں شیطان کا ناش کروں گا، کلکی پران باب ۲، اشلوک ۵
کلکی پران باب ۲، اشلوک ۱۵
بھاگوت پران ۱۲۔۲۔۱۸

امریکی بچے کیسے پرورش پاتے ہیں!

(محترمہ مریم جمیلہ)

پیدائش:۔ ہر امریکی بچہ پہلے پہل ہسپتال کے صاف ستھرے اور بے داغ کمرے میں آنکھیں کھولتا ہے وہ بالعموم اس کمرے میں نہیں ہوتا جس میں اس کی ماں ہوتی ہے۔ ماں کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے دوسرے اور بہت سے بچوں کے ساتھ ماں سے جدا کرکے پنگوڑے یا اگر اس کی ولادت پیش از وقت ہوئی تو باقاعدہ قطاروں میں رکھے ہوئے ان کو برڈوں میں لٹایا جاتا ہے، جو نرسیں ان بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں وہ بڑی صاف ستھری ہوتی ہیں۔ اور دودھ جیسے یونیفارم پہنے ہوتی ہیں۔ اور جس وقت وہ ان کی خدمت کرتی ہیں تو اس ڈر سے کہ کہیں ان کے جراثیم بچوں میں داخل نہ ہو جائیں وہ اپنے ناک اور منہ پر سفید نقاب ڈال لیتی ہیں۔ تمام نومولود بچے مخصوص امریکی ہسپتال میں بہر شدہ شیشے کے پیچھے رکھے جاتے ہیں۔ اور خاص اجازت کے بغیر کسی کو حتیٰ کہ ان کے قریبی رشتہ داروں کو بھی ملنے نہیں دیا جاتا ہے۔ دن میں تقریباً دو مرتبہ نرس بچے کو تھوڑی دیر کے لئے ماں کے کمرے میں لے جاتی ہے۔ ماں کی ممتا اور اس کی خبر گیری کا لمس اسی قدر حصہ اسے ملتا ہے۔

شیر خوارگی:۔ امریکی بچوں کی عظیم اکثریت خواہ وہ امیر ہوں یا غریب اسی طرح ہسپتالوں میں پیدا ہوتی ہے اور ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اس طرح الگ رکھنے سے بہت کم بچے مرتے ہیں۔ ماں اور بچہ بالعموم تقریباً پانچ روز ہسپتال میں رہتے ہیں۔ اور اس مدت میں ڈاکٹر، ماں کو بچے کی حفاظت کے سلسلہ میں نئے سائنسی طریقوں کی تعلیم دیتا ہے۔ امریکی مائیں بچوں کو اپنی چھاتیوں سے دودھ پلانے کا شوق نہیں رکھتیں۔ اور ڈاکٹر بھی اس طریقہ کو پسند نہیں کرتے امریکی ڈاکٹروں کے نزدیک ایک عام تندرست جوان ماں کا دودھ بھی بچے کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک کہ بچے کو مصنوعی طریقے سے بوتلوں کے ذریعہ دودھ نہ پلایا جائے بچے کا وزن اور سر دائرے کم اور اس کی خوراک بھی ضرورت سے کم رہ جائے گی۔ اگر آپ کسی امریکی ماں سے پوچھیں کہ تم اپنے بچے کو دودھ کیوں نہیں پلاتی ہو؟ تو وہ فوراً جواب دے گی کہ یہ بڑی تکلیف دہ اور ناموافق بات ہے۔ اور اس سے یقیناً میرا حلیہ بگڑ جائے گا۔ جس وقت میں ابھی ہسپتال ہی میں تھی، میری والدہ کو ڈاکٹروں نے کہا وہ مجھے دودھ نہ پلائیں، اور ان کو ایسی دوا دی جس سے ان کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا اور یہ عمل اب ایک عام بات ہے۔

ننھے کی تربیت:۔ اس طرح بچے کو ایک مصنوعی فارمولے کے مطابق گائے کے دودھ پر پالا جاتا ہے جس میں شکر اور وٹامن کا اضافہ ہوتا ہے۔ جب بچہ چند ماہ کا ہو جاتا ہے تو اسے ٹھوس خوراک شروع کرائی جاتی ہے اور بہت جلد اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ امریکی بچہ شاذ ہی کبھی ماں کے ساتھ اس کے بستر پر سوتا ہو، وہ عام طور پر کمرے کے اندر پنگوڑے یا خاص طور پر تیار کردہ کھٹولی میں تنہا سوتا ہے۔ امریکی ماں بچے کو گود میں نہیں اٹھاتی، بلکہ پہلے چھوٹی بچہ گاڑی میں ڈال کر اسے پھراتی ہے۔ بعد ازاں نرسری میں جب وہ گھٹنوں کے بل چلنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کے کھیلنے کے لئے ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی ہے تاکہ اسے کسی قسم کا گزند نہ پہونچے، بچوں کی دیکھ بھال کی جدید مغربی طریقے کا سارا مقصد یہ ہے کہ ماں اور بچے کے ملاپ کو کم سے کم کر دیا جائے۔

بچوں کی حفاظت کا موجودہ مغربی طریقہ جراثیم کش صفائی پر زور دیتا ہے۔ بچہ جس چیز کو ہاتھ لگائے وہ پانی میں ابالی جاتی ہے۔ اور بے ضرر بنا دی جاتی ہے۔ امریکی بچہ کو دو پلاسٹک کی تیلیوں کے نیچے رومال باندھ دیا جاتا ہے، جسے ہوشمند دن میں چھ مرتبہ تبدیل کرتی ہے رومال دھونا ہر گرہستن کے لئے اچھا خاصہ وقت لینے والا کام ہے، امریکی ماں اپنے بچے کو جلد سے جلد جسمانی صفائی کی تربیت دینے کی مشتاق ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر امریکی بچے دو سال کی عمر تک پہونچتے پہونچتے کم از کم دن کے وقت صفائی کے عادی ہو جاتے ہیں۔

جب بچے کا دودھ چھڑایا جاتا ہے یعنی وہ بوتل چھوڑ کر پیالے سے دودھ پینے لگتا ہے تو پھر اسی کے لئے میز کے آداب کی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔ ماں اسے ایک خاص طریقے سے میز کے سامنے کرسی پر بیٹھنے اور چمچے، چھری اور کانٹے سے کھانا کھاتی ہے۔ تمام شائستہ انگریز لوگ میز کے صحیح آداب کو انتہائی اہم قرار دیتے ہیں۔ عام امریکی فرش پر بیٹھنے اور ہاتھ سے کھانا کھانے کو بہت ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی:۔ بالعموم امریکی بچے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو بہن بھائی بہن ہوتے ہیں...... اکلوتا بچہ ہونا ہرگز غیر معمولی بات نہیں۔ دو سے زیادہ بچوں والے خاندان کو بڑا خاندان سمجھا جاتا ہے، امریکی ماں باپ برتھ کنٹرول کے جدید مانع حمل ذرائع کا استعمال لازمی سمجھتے ہیں تاکہ ان کے بچوں کو روپے کے عوض خریدی جانے والی ہر چیز سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے یہ وہی چیز ہے جسے عام طور سے خاندانی منصوبہ بندی کہا جاتا ہے۔

نرسری اسکول:۔ چونکہ ایک مخصوص امریکی گھرانے کے بچوں کی عمروں میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے اسلئے وہ ایک دوسرے کی رفاقت اختیار نہیں کرتے۔ لہٰذا ماں بچے کو جلد از جلد دوسروں سے میل جول کا عادی بنانے کی فکر کرتی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کے جدید مغربی نظریات اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ننھا بچہ اپنی آزادی اور انفرادیت کا جلد سے جلد احساس کرے اور ساتھ ہی دوسرے بچوں کے ساتھ گروپ میں کھیلنا اور دوسروں کے ساتھ نباہ کرنا سیکھے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے والدین بالعموم اسکول جانے کی عمر یعنی ۳ سے پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کو نرسری اسکول میں بھیجتے ہیں نرسری اسکول عام طور پر پرائیویٹ بلڈنگ میں ہوتا ہے جس کے ساتھ ایک کافی بڑا کھیل میدان ہوتا ہے جہاں بچے پینگ، پنگوڑے جھولنے والے تختے اور سینڈ بکس کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ انھیں اور بہت سے کھلونے مہیا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً عمارتوں کے بلاک، مصور کتابیں، گڑیا وغیرہ۔ اس طرح ننھے بچے صبح کے وقت اور دوپہر کو کھیلتے ہیں۔ دوپہر کے وقت انھیں گرم کھانے اور سونے کی چھٹی ملتی ہے۔ تاہم پھر بھی یہ سب سے اچھا نہیں کہا جا سکتا، کسی نہ کسی وجہ سے لڑکے کھلونے ہی پر لڑنے لگتے ہیں۔ انفرادی کھیلوں کے علاوہ نرسری اسکول کے اساتذہ اپنی نگرانی میں گروپوں کو مختلف کھیل کھلاتے ہیں۔ ماں بچے کو بہت سی باتوں کے بلکہ اپنے فائدے کے لئے بھی نرسری اسکول میں بھیجتی ہے۔ ننھے بچے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور ماؤں کے اعصاب پر خاصا اثر ڈالتے ہیں۔ اب ماں کو جو فرصت ملتی ہے تو وہ اطمینان کا سانس لیتی ہے، اپنے بچوں کو نرسری اسکول میں

میں بھیجنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے والدین کو اچھا خاصا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اگر والدین خوشحال ہوتے ہیں تو وہ پرائیویٹ نرسری اسکولوں میں بچوں کو بھیجتے ہیں اور اس پر بڑا خرچ ہوتا ہے۔ اگر وہ غریب ہوتے ہیں اور ماں محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوتی ہے تو پھر بچے ان نرسری اسکولوں میں جاتے ہیں جو بینک کی امداد سے چلائے جاتے ہیں۔ اور والدین کو براہ راست کم خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اسکول کی تعلیم:- جب امریکی بچہ پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو پھر اسکول میں اس کی باقاعدہ پڑھائی شروع ہو جاتی ہے امریکہ میں تعلیم نہ صرف مفت ہے بلکہ پانچ چھ سال کی عمر سے لے کر سولہ سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے لازمی بھی ہے پہلا سال کنڈرگارٹن کہلاتا ہے اور وہ اپنے مقصد اور پروگرام کے لحاظ سے نرسری اسکول سے شاذ و نادر ہی مختلف ہوتا ہے۔ جب امریکی بچہ چھ سال کی عمر میں پہلے درجہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے سب سے پہلے پڑھنا اور لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اسے جلد ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا نظام تعلیم علمی اور درسی تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اسے اگر کوئی "دانشور" کہہ دے تو وہ برا مانتا ہے اور اپنی توہین خیال کرتا ہے۔ امریکی اسکول کا طالب علم کتابوں کے پڑھنے میں زیادہ انہماک سے گریز کرتا ہے، کیوں کہ اس کے والدین چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ ہر لحاظ سے بہت ہو کھیلوں میں بہتر ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ دوسرے بچے اسے پسند کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے امریکی اسکولوں میں موسیقی، آرٹ، چھوٹے چھوٹے ناٹکوں میں اداکاری کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے اساتذہ ان کھیلوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ امریکی بچے اسکول کے ابتدائی سالوں میں ہر قسم کے ذہنی اور عملی ٹیسٹوں سے گزرتے ہیں اور یوں انکی قابلیت اور لیاقت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ جو بچے ان ٹیسٹوں میں غیر معمولی طور پر زیادہ نمبر حاصل کرتے ہیں۔ انھیں مستقبل کے آرٹسٹوں، موسیقاروں اور اداکاروں کی حیثیت سے تربیت دی جاتی ہے۔ میں نے آغاز تعلیم ہی میں موسیقی اور آرٹ میں خصوصی قابلیت کا ثبوت دیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ میرے اساتذہ نے میرے والدین کو ان خصوصی اسکولوں میں سے کسی ایک میں بھیجنے پر زور دیا۔ ڈرائنگ میں میری قابلیت نے تمام بچوں سے لوہا منوایا! اور میرے تمام اساتذہ میری تعریف میں رطب اللسان تھے۔ میں جماعت کے ہر بچے سے بہتر ڈرائنگ کرتی تھی اس لئے سب یہ چاہتے تھے کہ ان کی تصویریں بھی بنا دوں۔ اساتذہ میری تصویروں کی بڑی گرمجوشی سے تعریف کرتے اور جب وہ

پوری بلڈنگ میں لگے ہوئے بلیٹن بورڈوں پر انھیں آویزاں کرتے تو میں خوشی سے پھول جاتی موسیقی پر بھی بڑا زور دیا جاتا تھا، بچپن میں میری آواز مضبوط اور گانے کے لئے صاف اور موزوں بھی اور کبھی بھی سُر تال سے باہر نہیں جاتی تھی، میں موسیقی بھی پڑھ سکتی تھی اور چھپے ہوئے الفاظ بھی۔ اجتماعی گانے (کورس) میں مجھے سب سے بڑا گریڈ ملا تھا۔ اپنے اسکول کے پورے زمانہ میں میں اسکول کے ہر موسیقی کے پروگرام میں حصہ لیتی تھی جس میں میری موسیقی کو قابل تعریف سمجھا جاتا تھا۔ جماعت میں ایک ننھی سی ذہین لڑکی تھی جسے استاد ہمیشہ ابھارتے رہتے تھے کہ وہ پیانو بجائے اور ناٹک کے ڈانس پر اپنی صلاحیتیں لگائے۔ وہ اپنی عمر سے بھی زیادہ چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ بھوری آنکھوں والی نہایت حسین لڑکی تھی۔ اور جب وہ اپنی ماں کے بنائے ہوئے جھالر والے کپڑے میں ملبوس ہوتی تو وہ ایک گڑیا سی دکھائی دیتی۔

میرے زمانہ اسکول کے درمیان وہ اکثر اپنے والدین کو پیانو بجا کر اور ناٹک کا ناچ ناچ کر خوش کیا کرتی تھی۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ وہ ایک ذہین لڑکی ہے اور ایک فنکار وہ بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اسکول میں ہر کرسمس (بڑا دن) کے موقع پر استاد حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی تقریب پر ایک خصوصی نمائش کا اہتمام کرتے اور دسمبر کا پورا مہینہ ہماری موسیقی کی جماعت صرف کرسمس کے نغمات یاد کرنے اور گانے پر صرف کرتی۔ اس میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ مجھ جیسے چھوٹے یہودی بچوں کو بھی چھوڑا نہیں جاتا تھا جب میں بچی تھی میں نے کبھی اسپر اعتراض نہیں کیا دراصل کرسمس سال کا ایک اہم ترین واقعہ ہوا کرتا ہے۔ میں اس سے زیادہ کسی بات کو پسند نہیں کرتی تھی کہ اپنی ہم جماعت بچیوں کے ساتھ قرب و جوار میں گھوم گھوم کر کرسمس کے گانے گاؤں اور اسکول میں کرسمس کے نغمات میں حصہ لوں میں اس موقعہ کے لئے کئی تصویریں اور چارٹ تیار کرتی۔

تاریخ جغرافیہ اور انگریزی کمپوزیشن کے مضامین اپر پرائمری کے درجے سے پہلے شروع نہیں کرائے جاتے کوئی امریکی لڑکا غیر ملکی زبان کی تعلیم حاصل نہیں کرتا جب تک کہ اپنی جبری تعلیم کے آخری سالوں میں نہ پہونچ جائے۔ اور پھر ان زبانوں کی تعلیم بہت ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ طالب علم کو بہت کم انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے وہ لاطینی پڑھ سکتا ہے۔ یا فرانسیسی ہسپانوی یا جرمن، نیویارک کے بعض علاقوں میں جہاں یہودی کثرت سے آباد ہیں۔ پبلک اسکولوں میں عبرانی زبان کا بھی انتظام ہے۔ عام امریکی

طالب علم غیر ملکی زبان دو سال تک پڑھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی معلومات عملاً قابل ذکر نہیں ہوتیں۔ بس امریکی طالب علم غیر ملکی زبان اور ثقافت کے ساتھ نفرت کا جذبہ لئے ہوئے بڑھتا ہے۔ وہ ہر ایک سے توقع رکھتا ہے کہ وہ امریکہ کو دنیا بھر میں امیر ترین اور طاقتور ترین ملک سمجھے اور انگریزی بولے یہ حقیقت ہے کہ امریکہ جیسے بڑے ملک میں انگریزی کے سوا دوسری کوئی زبان نہیں بولی جاتی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے ممالک اور ان کی ثقافتوں سے ایک عام نا واقفیت پائی جاتی ہے سکنڈری اسکول اور کالج میں طلبہ کے لئے معمول ہے کہ تاریخ عالم کا ایک مضمون ضرور لیں۔ واقعتہً یہ "تاریخ عالم" نہیں ہوتی یورپ کی تاریخ ہوتی ہے کیوں کہ تاریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر اس جگہ آتا ہے جہاں تاریخ یورپ سے براہ راست ان کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔ طالب علم کو یہ تصور دیا جاتا ہے کہ یورپ دنیا بھر کا مرکز ہے اور امریکہ اس کے ورثے کا حسین ترین نمونہ ہے وہ اس بات کا بھی قائل ہو جاتا ہے کہ جدید مغربی تہذیب ہر لحاظ سے دوسری تہذیبوں سے برتر ہے، اور ترقی کی دوڑ میں ان کی جگہ لینے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔

(بقیہ کلکی اوتار)

ہتیس ہزار سال ہے۔

اوتار مستقبل میں آئے گا لیکن اوتار سے پہلے ہی ظلم و زیادتیوں کے باعث زمین زیر آب ہو جائے گی تو پھر اوتار کے آنے کی غرض ہی کیا رہ جاتی ہے البتہ گیتا میں کہا گیا ہے کہ جب جب دین کو نقصان ہوتا ہے اور بد دینی پھیلتی ہے تب تب اوتار ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جن حالات کی بنا پر اوتار ہوتا ہے کیا وہ حالات گذر چکے ہیں یا گذر رہے ہیں۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ آخری اوتار کلی یگ میں ہوگا۔ اور کلی یگ کو شروع ہوئے پانچ ہزار انہتر سال ہو گئے ہیں۔ آخری اوتار کا ظہور کلی یگ کے زیادہ حصہ گذر جانے یا گذر جانے پر ہوتا ہے۔ حالات ایسے ہوں گے کہ لوگوں کو قسمت اپنا پیٹ پالنا ہی دشوار ہو گا۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ آخری اوتار اس وقت ہوگا جب کہ جنگ میں تلوار کا استعمال کیا جاتا ہو اور گھوڑے سواریوں کے طور پر استعمال ہوتے ہوں۔

کلکی پران باب ۲ اشلوک ۱۱

بھاگوت گیتا بھاگوت پران ۱۲-۲-۱۷

طلبہ کا صفحہ

کچھ اپنے ساتھیوں سے

محبوب احمد نیپالی

متعلم دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انساں
بڑھے تو وسعت کونین میں سما نہ سکے

...العلوم دار العلوم ندوۃ العلما ...شہرت کے باعث اب صرف ندوہ ...سے معروف ہے۔ ایک عظیم ...دارہ ہے۔ یہ اپنی خصوصیات اور ...بی و ثقافتی حیثیت میں اپنی مثال ...ہے۔ جس کی شاندار ماضی کی تاریخ ...مولانا شبلی نعمانی۔ سید سلیمان ندوی ...مولانا محمد علی مونگیری جیسی باکمال شخصیتوں ...نام نظر آتے ہیں۔ اور آج بھی مولانا ...حسن علی ندوی جیسے ندوہ کا وقار ہیں ...ں نے اپنی خداداد قابلیتوں اور ...حیتوں سے کام لے کر ندوہ کو علم دین ...روشنی بخشی ہے۔ اور ہندوستان بھر ...اس کا نام روشن کیا ہے۔ اور اب ...ندوستان سے باہر کے تشنگان علم یہاں ...اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ مجھے اور ہر ندوہ ...طالب علم کو اس پر فخر ہے کہ یہاں ...دراز ملکوں کے طلبا تعلیم حاصل کر رہے ...اور یہ شرف صرف اسی ادارے کو ...حاصل ہے۔ ورنہ دوسرے عربی ادارے ...انگریزی کالج اور یونیورسٹیاں اس معاملے ...میں ندوہ کی حریف نہیں ہیں۔ ندوہ نے ...علم کی جو چاشنی طلبا کو بخشی ہے۔ وہ ...اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ...دور دراز کے لوگ اس چشمۂ حیوان ...سے سیراب ہونے کے لیے یہاں آتے ...ہیں۔ لیکن جہاں یہ سب کچھ ہے وہاں ...ہمارے ساتھی صحیح معنوں میں وہ دلچسپی ...رغبت اور ادارے کے ساتھ محبت ...نہیں رکھتے ہیں۔ جو ان کا حق ہے ہمارے ...بعض ساتھی اس نعمت خداداد کی قدر نہیں ...کرتے۔ بلکہ ان کا عزیز وقت سیر و تفریح ...لہو و لعب اور بے ربطی میں گزر رہا ہے ...وہ بھول گئے اپنے عظیم مقصد کو بالائے ...طاق رکھ دیا ہے، اور اپنی منزل اس دنیا ...میں تلاش کر رہے ہیں، ان کے دلوں میں ...علم و فن اور سرور کائنات کی محبت ...کی شمع نظر نہیں آتی۔ ... ان کا میلان طبع، ان کی فطرت، صحیح روح اسلام کی قدر شناس نہیں ہے۔ اور انھیں جس بلندی پر پہونچنا چاہیے۔ وہاں تک ان کا قدم کیا خیال تک نہیں پہنچا اسطرح اندیشہ ہے کہ کہیں وہ پستی اور انحطاط کے گہرے غار میں نہ پہنچ جائیں۔

قوموں کے انقلابات کی تاریخ شاہد ہے کہ ایسے لوگوں کو ملک اپنے وسیع دامن میں جگہ نہیں دیتا نہ ان کو قوم اپنی جماعت میں شامل کرتی ہے۔ نہ دوستوں کی مجلس میں عزت کی کرسی ملتی ہے، اور ایسے ہی لوگ ماں باپ کے شفقتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انھیں نہ بھائی کی محبت ملتی ہے، نہ بہن کا پیار نصیب ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

میں اپنے ساتھیوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے حالات کا جائزہ لیں اور اپنی خامیوں کو دور کریں۔ اور اپنے اندر وہی شوق، وہی ولولہ وہی جذبہ، وہی عزم اور وہی حوصلہ وہی استقلال، وہی صبر، وہی قناعت وہی جفاکشی پیدا کریں جو ان بزرگوں کا طغرائے امتیاز رہا ہے اور اپنی طالب علمانہ زندگی کے ایک ایک لمحے کو ضائع ہونے سے بچائیں، اور اپنے آپ کو کتابوں کے سمندر میں غرق کر دیں۔ اور جب ابھریں تو عزت و عظمت کا علم ان کے ہاتھوں میں ہو۔

سنا دو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہو
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

پڑھتے نہیں نماز کیوں

مولانا ظفر علی خاںؒ

پڑھتے نہیں ہیں آج مسلماں نماز کیوں — کھویا گیا ہے قوم سے یہ امتیاز کیوں
ہوتی نہیں ہے سجدہ کناں صبح اور شام — درگاہ کبریا پہ جبین نیاز کیوں
ارشاد ایزدی سے یہ اعراض کس لئے — فرمودۂ رسول سے یوں احتراز کیوں
آقا سے کیوں غلام نے کی ہے یہ سرکشی — محمود سے ہوا ہے عناں تاب ایاز کیوں
ہمکو خبر سلف کی روایات کی نہیں — ناآشنا ہے شانے سے زلف دراز کیوں
قرآں پہ جب عمل ہی مسلمان کا نہیں — ہو طاقت آزمائے حقیقت مجاز کیوں
آنکھیں خدا نے دی ہیں مگر دیکھتے نہیں — الیوں سے منہ پھیرے نہ میر حجاز کیوں
دنیا گذشتنی تو دولت گذاشتنی — اس ڈھلتی پھرتی چھاؤں پہ اتنا ہو ناز کیوں
اے مرغ روح! پنجۂ صیاد میں ہے تو — پھر تیرے بال و پر میں نہیں اہتزاز کیوں

اسلام کا ستارہ چمکنے کو ہے ظفر
گاتے نہیں ترانہ کوئی جاں نواز کیوں

گلہائے عقیدت

(حضرت اکبر الہ آبادی)

جب باغ جہاں کے مالی نے کی دیکھا بھالی پھولوں کی
اک پھول انھیں میں چھانٹ لیا تھیں جتنی ڈالی پھولوں کی
وہ پھول عرب کے گلشن کا سب پھولوں میں تھا خوشبو والا
جس نے کھل کر اس عالم میں اک شان نکالی پھولوں کی
اس گل کا محمدؐ نام ہوا، جب سے تازہ اسلام ہوا
شاخ اس نے کاٹی کانٹوں کی بیل اس نے ڈالی پھولوں کی
اس کی ہی مہک سے مہکی ہے، اس کی ہی چمک سے چمکی ہے
ہے جتنی نکہت غنچوں کی ہے جتنی لالی پھولوں کی

نہ صرف پیغام حق بلند کیا بلکہ انسان کو زندہ رہنا زندگی کی کشمکش سے مقابلہ کرنا، ضبط و تحمل، بردباری، شکر و قناعت، خوش دلی، صداقت، قناعت، عدل و انصاف، اقربا پروری اپنی رگ رگ میں سرایت کرنا سکھایا۔ اخلاقیات میں ایسے ایسے زریں اقوال اپنے ذہن مبارک سے بیان فرمائے کہ تمام مبلغین اور حکما، سقراط، مارٹن لوتھر، لاؤزی، ڈاکجیر، کالون اور تمام احیائے علوم کے تحریکیں ماند پڑ گئے۔ سیاسیات میں ایسے مضبوط اور مربوط انتظامی امور کے اصول بیان فرمائے کہ افلاطون، ارسطو، میکاؤلی روشو ناکام رہے۔

معاشیات میں وہ مسائل حل کیے اور باریک سے باریک گتھیاں سلجھائیں کہ جن کے حل کرنے میں مارشل، اسمتھ، رکارڈو اور مارکس بھی قاصر ہے۔ سیاسیات اور معاشیات کو تو کیا کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ آپ کی مقدس زندگی کے دائرے میں نہ آئی ہو۔ ایک صحابی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور کے اخلاق کیا تھے تو فرمایا کہ جو قرآن میں بصورت الفاظ ہے وہ حضور کی سیرت میں بصورت عمل تھا۔ آپ کی زندگی قرآن پاک کی آئینہ دار تھی قرآن کی تفسیر اور تعبیر دونوں ایک ساتھ قرآن اور آپ کی زندگی ایک دوسرے میں اس طرح وصل تھے کہ آپ کی زندگی کو ہی سراپا قرآن کہا جائے تو بڑی حد تک سچائی اور عقل پر مبنی ہوگا۔ آپ قرآن پاک کی روشنی کا بے مثال نمونہ تھے جو بیک وقت درس بھی دیتے تھے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر بھی کرتے تھے اس کے ہر شعبہ پر روشنی ڈال کر خود اس کا عمل اور مثال بنتے تھے۔ یہ تھی رسول عربی کی شان۔ ایک نبی امی کی زندگی اور ایک مکمل انسان کی باعمل اور اصولی زندگی جس نے انسانوں کو انسان بنا دیا۔ قوم کی شیرازہ بندی کی۔ بندگی و قناعت کا سبق سکھایا۔ حکومت اور سیاست پر روشنی ڈالی اللہ کے وجود کو عام کر دیا۔ باطل کی عمارت ڈھا کر صداقت و ایمان کا عالیشان محل قائم کیا۔ بہرحال ہر طرح انسان اور اس کی فطرت اور عادت کے راست باز تقاضوں کو مذہب اور اخلاق میں سمو کر ان کو زندگی کے ہر ہر گوشہ میں بھر دیا۔

کچھ بھی ہو رہتی دنیا تک آپ کے اسوۂ حسنہ آپ کے کردار اور آپ کے اصول اور آپ کی سیرت طیبہ آپ کو تاریخ انسانیت میں ہمیشہ زندہ جاوید رکھیں گے۔ جن تاج محلوں کی بنیادیں حق و صداقت پر رکھی گئی ہوں وہ کیوں کر مٹ سکیں گی۔

تاریخ عالم میں یہی ایک کامل ترین انسان کا وجود پایا جاتا ہے جس کی بدولت چاند، تارے، بادل، سمندر، پہاڑ، سب وجود باری اور جلوہ خداوندی کی ناقابل فراموش نشانیاں بن کر واقعہ بن گئے ہیں

اللہ کی سب سے بڑی نشانی رسول انام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے جو آفتاب کے طلوع و غروب کو دیکھ کر قدرت کی بے پناہ مخفی طاقتوں کا مشاہدہ کر کے موسموں کے رد و بدل فلکیات کی حسین گلکاریوں سے ایمان نہ لا سکے اور اللہ کی عبادت سے نا آشنا رہے وہ سرور کائنات، سرکار دو عالم، سردار انبیا، ساقی کوثر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے بغیر نہ رہ سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو دنیا میں مبعوث فرما کر پروردگار عالم نے دنیا اور دنیا والوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جس کا حق شکر گزاری صرف اس طرح ادا ہو سکتی ہے کہ ہم باری تعالیٰ کے اس احسان عظیم اور نعمت عظمیٰ کا احساس کر کے اس شاہراہ صداقت و ایمان پر گامزن ہو جائیں جو ہادی برحق رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تلقین و تعلیم فرمایا ہے اگر ہم ایسا کر سکے تو دنیوی فلاح کے ساتھ اخروی نجات اور دونوں جہان کی سربلندی و کامرانی ہمارا حصہ ہوگا اور احکم الحاکمین کے احکام کی تعمیل کر کے ہم اپنی بگڑی کو بنا سکیں گے۔ پستی سے اٹھ سکیں گے۔ ذلت کو عزت سے بدل ڈالیں گے ناکامیابی کو کامیابی کے سانچے میں ڈھال لیں گے اپنی بگڑی تقدیریں پھر ایک دفعہ بنالیں گے اور مکمل نظام حیات کو اپنا کر اور دنیا کے کامل ترین انسان کا اتباع اور تقلید کر کے ہم بھی کمال انسانیت کی ان اعلیٰ و ارفع بلندیوں پر پہنچ سکیں گے جن کو حاصل کرنے کی آرزو فرشتے کرتے ہیں۔ جس مقام پر فائز ہونے کا ارمان دنیا کی عزیز ترین تمنا رہی ہے اور جو منزلت خلیفۃ اللہ کے شایان شان اور انسانیت کی معراج ہے اور یہ سعادت صرف دنیا کی کامل ترین انسان حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کی تقلید میں مضمر ہے۔

حقیقت میں اگر ہمیں حضور سے پیار ہے اور حضور سے محبت اور والہانہ عشق ہے تو ہمیں چاہئے کہ صحیح معنی میں حضور کے اسوۂ حسنہ کی چلتی پھرتی تصویر بنیں اپنی رگ رگ میں آپ کی صفات اطہر کو پیوستہ رگ جاں کر لیں۔ ایک ایک اصول اور مسلک کو اپنی تازہ ترین زندگی کا نیا عنوان نیا باب نیا نصب العین قرار دیں۔ خود عملی پیکر بنیں سراپا اسوۂ حسنہ کی تصویر و تفسیر بنیں اور اپنی روح و جگر میں اعتماد، یقین محکم عمل پیہم، صداقت آمیز کوششوں کے صور پھونکیں۔ دلوں اور ذہنوں کو عملی طاقت سے ایک بار پھر بھر دیں۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

خداوند کریم اس کی توفیق عطا کرے
آمین۔ آمین

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی، سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سر وحدت اے سراج بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ، یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسریٰ و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرہ کو تابانی
حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے دامن دولت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

الیوپیتھک میٹریا میڈیکا اردو یعنی
علم الادویہ ڈاکٹری

از حکیم مظفر حسین اعوان و ڈاکٹر اختر حسین

یہ ایک ایسی جدید اور معتبر گائڈ ہے کہ جو ہر ایک اردو داں حکیم، ڈاکٹر، جراح، سینٹری انسپکٹر یا کمپونڈر کو ضرور اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ اس میں ڈاکٹری ادویہ کے مجرب نسخہ جات۔ مقدار خوراک اصول علاج بر ترتیب انگریزی حروف تہجی لکھے گئے ہیں۔

کاغذ و طباعت نہایت عمدہ۔ قیمت Rs. 18/-

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

خورشید بک ڈپو

قریب ڈاکخانہ، امین آباد لکھنؤ

بقیہ مضمون صا

تھے۔ (اصل عبارت میں "فیتشیع الجنّ" ہم متعہ کے جواز کی جڑیں یہیں پر ملتی ہیں)

تالمود کہتی ہے کہ شیطان مسمی بہ "شمائیل" کی زوجہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ ایک لاکھ اسی ہزار شیاطین کی افسر اعلیٰ ہونے کی بنا پر اس لشکر شیاطین کے آگے چلتی ہے تاکہ وہ شب پنجشنبہ اور شب سبت میں لوگوں کو نقصان پہونچائے "لیلیت" نے آدم اور اس کی بیوی کا گناہ کیا تو اللہ نے اسکو سزا دینے کے لئے اس کی اولاد پر موت مسلط کر دی اور روزانہ اس کی سو اولادیں اس کے سامنے مرتی ہیں اس وقت اس نے عہد کیا کہ جو لوگ اسماء ملائکہ میں سے تین ناموں کی تلاوت کریں گے تو وہ ان کے بچوں کو قتل نہ کریگی جن پر وہ مسلط ہے۔

اور "لیلیت" ہمیشہ کتوں کی طرح بھونکا کرتی ہے اور ایک سوا سی خبیث اور بد نفس فرشتے اس کا ساتھ دیتے ہیں مذکورہ بالا چاروں شیطانیوں میں سے ایک شیطانی بجز ستائے لگاتار ناچا کرتی ہے اور ہمیشہ اس کے ہمراہ اٹھتر اسی شریر روحیں ہوتی ہیں۔ (یقیناً یہ روحیں حاخاموں اور یہودیوں کی ہوتی ہونگی جن میں سے کوئی طبلہ بجاتی ہوگی تو کوئی بجز کوئی ساز نگی بجاتی ہوگی تو کوئی طنبورہ)

اب بھی بنی آدم میں کچھ شیاطین پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن بیان سوء ادب کے خیال سے ان کا نام نہیں لیا جاتا ہے (اس کو کہتے ہیں "حکایت وحدان نفس متکلم")

بعض حالتوں میں انسان شیطانوں کو قتل کر سکتا ہے جبکہ عید کی روٹی بہترین طریقہ پر تیار کی جائے (عید فصح یہودیوں کی ایک عید ہے جس میں روٹی بغیر خمیر پکائی جاتی ہے ان دونوں میں خمیر کا استعمال شرعاً ممنوع ہے) نوح کی وجہ سے ان شیاطین کی جانیں بچ گئی تھیں کیوں کہ انھوں نے اپنے ساتھ کشتی میں انہیں لے لیا تھا۔ حاخاموں کا قول ہے کہ بعض شیاطین ہوا میں رہتے ہیں اور انسانوں کے خواب دیکھنے کا سبب ہوتے ہیں۔ اگر انکو انکی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ زمین کو ویران کر دیتے ہیں (جیسا کہ فلسطین میں ہو رہا ہے) بعض شیاطین خدا اور یہودیوں کے جسموں میں رہتے ہیں (آجکل اس قسم کے یہودی اسرائیل امریکہ اور مغربی جرمنی میں لسے ہیں اور "صیہونی" کہے جاتے ہیں

تالمود کا کہنا ہے کہ شیطان پانی سے باہر نکلے ہوئے بیل کے سینگوں پر ناچنا پسند کرتا ہے۔ وہ ان عورتوں کے درمیان بھی ناچنا پسند کرتا ہے جو میت کو دفن کر کے واپس ہو رہی ہوں۔ وہ حاخاموں کے پڑوس میں رہنا پسند کرتا ہے (برادرانہ محبت اسی کو کہتے ہیں) کیوں کہ خشک زمین بارش کی محتاج ہوتی ہے۔ وہ بندق کے درخت کے نیچے رہنا پسند کرتا ہے (اس درخت کے لئے اردو کا کوئی لفظ نہیں مل سکا اس لئے بندق ہی لکھا گیا) ان درختوں کے نیچے سو اضرار ہوتا ہے کیوں کہ اسکے ہر پتہ پر شیطان رہتا ہے مشرق سمت تاریک پہاڑوں میں دو شیطانیاں رہتی ہیں جو "آذا اور عزرائیل" کے ناموں سے مشہور ہیں۔ انھوں نے بلعام اور ایوب اور یترو کو جادو سکھایا، حضرت سلیمان علیہ السلام ان ہی

کے ذریعہ سے پرندوں اور شیطانوں پر حکومت کرتے تھے اور ان ہی کی معرفت ملکہ بلقیس حضرت سلیمان تک پہونچیں۔

کثرت شیاطین کے سبب سے انسان کو تنہا کہیں دور نہ جانا چاہیئے بلکہ بدھ اور ہفتہ کی راتوں میں بھی باہر نکلنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ رات کے وقت کسی کو سلام نہ کرنا چاہیے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ سلام شیطان کو پہونچ جائے۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ فجر کے وقت اپنے ہاتھ دھو ڈالا کرے کیوں کہ بعض روحیں ہاتھوں پر بسیرا لیتی ہیں۔

علاوہ اس کے تالمود کا اعتقاد ہے کہ تالمود جادو کی کتاب ہے، جادو سکھانے والے "الیواس لادی" یہودیوں کا قول ہے کہ تالمود سب سے پہلی جادو کی کتاب ہے۔

تالمود میں مذکور ہے کہ دین تالمود کا ایک بانی کسی شخص کو قتل کر کے دوسرا شخص پیدا کر سکتا ہے اور وہ ہر رات ایک دوسرے حاخام کی مدد سے ایک تین سالہ گائے کا بچھڑا پیدا کرتا ہے اور دونوں ملکر اس کو کھا لیتے تھے ایک اور حاخام خربوزے اور کدو کو ہرنوں اور بھیڑیوں میں تبدیل کر دیا کرتا تھا۔

رابی "یانی" پانی کو بچھوؤں میں بدل دیتا تھا۔ ایک دن اسنے کسی عورت کو جادو کے زور سے گدھی بنا دیا اور اس پر سوار ہو کر بازار ہوگیا۔

ابراہیم خلیل اللہ جادو میں معروف رہتے تھے اور اسکی تعلیم دیتے تھے۔ انکی گردن میں ایک قیمتی پتھر لٹکا رہتا تھا جسکے ذریعہ سے وہ جملہ امراض کو شفا بخشتے تھے یہ پتھر کسی تالمودی حاخام تک جا پہونچا جسکی تاثیر سے وہ اور اس کے ساتھی مردے زندہ ہو گئے کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی حاخام نے سانپ کا سر کاٹ ڈالا اسکے بعد مذکورہ بالا پتھر چھوا دیا تو وہ سانپ دوڑنے لگا۔ نیز جب کبھی وہ پتھر نمک لگی مچھلیوں کو چھوا دیا جاتا تو ان میں جادو کے زور سے جان والیسی آجاتی

بقیہ مضمون صلا

جہاں وہ کھانے کے بعد ٹہلتے تھے ساتھ میں ایک پولیس والا بھی نگرانی کرتا تھا۔ طیارہ آیا، رفتہ رفتہ نیچا ہوا اور بالکل زمین سے چھونے لگا انور اس طرح اس کی طرف لپکے گویا کوئی عجیب خیز چیز دیکھنے جا رہے ہیں۔ چونکہ کھانے کے بعد روزانہ اسی سڑک پر آتے تھے اس لئے سپاہی شبہ نہ کر سکا۔ بہرحال سپاہی بھی قریب آگیا جہاز کے اندر جو سپاہی بیٹھا تھا یہ باہر ہی سے اس کی بندوق دیکھنے لگے اور فوراً ایک کرسیٹ پر بیٹھ گئے۔ ہوائی جہاز اونچا ہونے لگا۔ سپاہی سمجھ گیا کہ یہ معاملہ پہلے سے طے شدہ تھا اور نے بندوق کا رخ سپاہی کی طرف کر دیا تاکہ وہ ڈر جائے۔ مگر اس نے ایک فائر کر دیا لیکن بے سود اس لئے کہ جہاز اوپر جا چکا تھا۔ جب خبر برلن پہونچی تو اتحادیوں نے خفت کی وجہ سے اس کو چھپا ڈالا۔ ماسکو میں ان کا زبردست استقبال ہوا اور قصر کریملن میں ان کو ٹھہرایا گیا۔

کچھ دن ماسکو میں رہنے کے بعد انور ان بالشویکوں کی چال کو سمجھ گئے کہ وہ ان کو ایک سیاسی کھلونے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور اس طرح انگریزوں کو ڈرانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائی نوری کی طرح روس کے دشمن ہو گئے اور

اس عظیم مفکر کے زندان سے رستگاری کی فکر میں رہنے لگے بالآخر جب بوناپارٹیوں نے اتفاق یہ حملہ کیا انور نے بخارا کے تاز قستان کی راہ لی کہ شاید میں وہاں سے ترکی کو مجبور کر سکوں۔ بالشویک انور کی چال سمجھ گئے اور ان کو بالموم تک پہونچا دیا انور وہاں سے ترکستان پہونچے۔ بخارا جا کر وہاں کے لشکر میں جان ڈال دی وہ سپاہ و سپید کے مالک بن گئے۔ اور بالشویکوں کو بخارا سے نکال باہر کیا اب انور نے بالشویکوں سے جہاد شروع کیا۔ کئی مسلم ریاستیں اس سے مجبور ہیں ان کی فتوحات سے عالم اسلامی پر ایک سرخوشی کا عالم چھا گیا۔ بالشویک اس وقت صلح کے طالب تھے۔ مگر انور نے صلح کے پیغام کو ٹھکرا دیا۔ امیر شکیب لکھتے ہیں کہ یہ انھوں نے بڑی بھاری غلطی کی اس لئے کہ جب ان کے پاس سامان کافی نہ تھا تو صلح نہایت مناسب چیز تھی۔ روس کو یقین تھا کہ یہ ساری آگ ترکستان میں انور کی لگائی ہوئی ہے اس لئے انھوں نے ایک لشکر جرار جمع کر کے کانٹا اپنی راہ سے صاف کر دیا۔ مصطفےٰ نے بھی بالشویکوں کو انور کے خلاف ابھارا ورنہ شاید باہم جنگ کی نوبت نہ آتی۔ بہرحال حالات جو کچھ بھی ہوں۔ انور مشرقی بخارا میں بر دشمن کے مقابلہ میں کام آئے۔ اس دن عید کی وجہ سے لشکر بھی کم تھا۔ وہ خود جنگ میں شریک ہوتے تھے جیسے ہی وہ آگے بڑھے ایک گولی لگی اور عظمت و بلندی کا یہ پیکر نیچے آرہا تھا۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

تیس ہزار انسانوں نے جنگ کے مقام پر اس امانت کو سپرد خاک کر دیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شہادت کے بعد ان کے پاس سے بیوی کے دو خط اور ایک قرآن مجید نکلا جس کو وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے

بعد مرنے کے گھر سے یہ ساماں نکلا

انور پاشا دور جدید میں اسلامی اتحاد کے حامل اور پان اسلام کے علمبردار تھے۔ انھوں نے ایک آفاقی اسلامی جمہوریت ترکی خلافت کی شکل میں قائم کرنے کا پروگرام بنایا تھا جس میں خلیفہ انگلستان کے بادشاہ کی طرح آئینی اقتدار رکھتا اور پارلیمنٹ اصل حاکم ہوتی۔ ان کے اس منصوبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ انور نے نوجوانوں کے اسلام سے فائدہ اٹھایا اور دوسرے اسلامی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کر لیں۔ انور نے پان اسلام کی ترقی کے لئے "پان اسلام ازم بیورو" کی بنیاد رکھی جس کا مقصد برطانیہ، روس، اٹلی اور فرانس پر بادشاہ اور مسلم آبادی کو متاثر کرنا تھا۔ (۴)

انور پاشا کے مقاصد اعلیٰ تھے۔ ان کا اصل ارادہ یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو خلافت کے تحت جمع کیا جائے اور عثمانی ... کی تجدید کی جائے (۵)

ترکی خلافت کے زیر سایہ ایک اسلامی فیڈریشن۔ ... ان کا مقصد تھا بخاری کی جا کر جو انہوں نے جہاد کیا وہ قربانی و نیت کے لئے ہیں بلکہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے

فساد

احتشام احمد اسد ایڈوکیٹ

ہر فساد بے گمان
دے گیا ہے جو زیاں
اس سے تیرہ ہے جہاں
لب پہ کیوں نہ ہو فغاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

غور کا مقام ہے
خواب و خور حرام ہے
ابتر انتظام ہے
اک عذاب میں ہے جاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

کیا نشاط کیا سرور
قلب سے ہوئے ہیں دور
درد سے ہے چور چور
جسم کا رواں رواں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

کیوں نہ ہو کٹھن سفر
راہزن ہیں راہبر
صرف اعتماد پر
خاک و خوں ہوا جہاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

جو ہے کارواں سے دور
جان اسے اماں سے دور
کیا ہے آسماں سے دور
پھنک گیا ہے گلستاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

سجدہ ریزیاں ہیں لاکھ
عطر بیزیاں ہیں لاکھ
فتنہ خیزیاں ہیں لاکھ
خواب میں ہے پاسباں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

ہر طرف ہے شور و شر
جس کے تحت بیشتر
آ بنی ہے جان پر
لائی بے بسی کہاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

کس لئے تاراج ہے
کس طرف سماج ہے
ظلم کیا یہ آج ہے
شعلہ زن ہیں آندھیاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

دلکش اور دل نشیں
زیست نام کو نہیں
آشنا ہے خشمگیں
دشمن اس پہ آسماں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

اشتعال تابکے
یہ جلال تابکے
جاں نڈھال تابکے
تابکے یہ سختیاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

ساتھ جو کرم نہیں
دم میں آج دم نہیں
دور ہو جو، غم نہیں
لاکھ دو تسلیاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

کاش اعتماد ہو
دفع سب فساد ہو
دور اب عناد ہو
ہو چکا بس امتحاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

کام وہ بہار دے
گل کو جو نکھار دے
باغ کو سنوار دے
تاب یہ مگر کہاں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

اب خلوص کیوں نہیں
دیکھ کر عناد و کیں
تھرتھرا گئی زمیں
کپکپا یا آسماں
وائے برق بے اماں جل رہا ہے آشیاں

بقیہ مضمون صفحہ

نے کہا: بکر یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے یا تو مجھ کو بھی پیدل چلنے دیجئے۔ ابوبکرؓ نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا: بخدا نہ تو تم اتر سکتے ہو اور نہ میں سوار ہو سکتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے قدم بھی راہ خدا میں غبار آلود ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے میدان جنگ کے لئے روانہ کرتے وقت حضرت اسامہؓ کو جو ہدایت کی تھی اس کو ایک دستور اور قاعدہ کلیہ کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ دوسری ترقی یافتہ قومیں اور حکومتیں بھی اس کو اپنا دستور اول مانتی ہیں۔

حضرت اسامہؓ کو رخصت کرتے وقت آپ نے مندرجہ ذیل ہدایتیں کی تھیں۔ [illegible] خیانت مت کرنا، دھوکہ مت دینا، ظلم و زیادتی مت کرنا، کسی کا مثلہ مت کرنا، کسی بچے، بوڑھے آدمی، عورت کو قتل مت کرنا، کسی کھجور کے درخت کو کاٹنا جلانا مت، اور نہ کسی پھلدار درخت کو کاٹنا، اور کسی بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح مت کرنا۔ تم کو ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑے گا جو گرجا گھروں میں راہب بنے بیٹھے ہوں گے ان سے چھیڑ خوانی مت کرنا۔ اور ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑے گا جو اپنے سر کے بیچ کے بال صاف کرائے ہوں گے اور چاروں طرف کے بال ایسے ہی چھوڑ دیئے ہوں گے تو ان کو تلوار سے آسانی کے ساتھ قتل کر دینا۔ بس خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ فی امان اللہ

حضرت اسامہؓ اس غزوہ میں چالیس دن تک مشغول رہے۔ اس کے بعد فتح و کامرانی کا جھنڈا لہراتے ہوئے ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن دیکھا تو یہاں ابوبکرؓ مرتدین سے جنگ میں مشغول ہیں۔ تو وہ بھی ان سے جا ملے اور اس جانفشانی سے لڑے کہ پھر سے اسلام کی شان و شوکت اور حیثیت قائم کر دی۔ ان کی اچانک مدد سے جب فتح ہو گئی تو مدینہ والے بہت خوش ہوئے اس لئے کہ وہ مرتدین کی جنگ سے بالکل پریشان ہو گئے تھے۔ جنگ سے واپسی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کو مدینہ کا "والی" مقرر کر دیا۔

جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی ان کی بڑی عزت کی۔ اسی لئے حضرت اسامہؓ کو پانچ ہزار درہم وظیفہ دیتے تھے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو دو ہزار مقرر کیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ رضؓ نے کہا بھی تھا کہ مجھ پر آپ نے اسامہؓ کو ترجیح دی، حالانکہ میں نے وہ کارنامہ انجام دیئے ہیں جو انھوں نے نہیں دیا ہے۔ میں نے جن معرکوں میں شرکت کی ہے اس میں انھوں نے شرکت نہیں کی ہے۔ عادل اور منصف مزاج خلیفۂ رسولؐ حضرت عمرؓ نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت اسامہؓ آنحضور صلعم کی نظر میں تم سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے باپ بھی تمہارے باپ سے زیادہ آپؐ کے منظور نظر تھے اور بیحد محبوب تھے!! جب حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی آپؓ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنے اتنا قریب کر لیا کہ ان کو اپنا پرائیویٹ سکریٹری مقرر کر لیا۔ چنانچہ جب حالات بہت خراب ہونے لگے اور وہ فتنہ برپا ہونے لگا جس کی وجہ سے عثمان رضؓ شہید ہوئے اس وقت عثمانؓ نے اس فتنہ و فساد کے اسباب معلوم کرنے کے لئے اور حقیقت حال معلوم کر کے رپورٹ پیش کرنے کے لئے حضرت اسامہؓ کو "بصرہ" روانہ کیا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ کو "کوفہ"، عبداللہ بن عمرؓ کو "شام" اور عمار بن یاسرؓ کو "مصر" روانہ کیا تھا۔

جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو حضرت اسامہؓ کو بیحد رنج و غم ہوا اور شاید اسی وجہ سے وہ سیاست سے دستبردار ہو گئے اور یہی رنج و غم شاید کہ حضرت علیؓ سے بیعت نہ کرنے کا سبب بنا اور دمشق کوچ کر گئے۔ لیکن پھر دمشق سے مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اور حضرت معاویہؓ کے آخری ایام تک اسامہؓ زندہ رہے۔ یعنی ۵۴ھ اور بعض نے کہا کہ ۵۸ھ تک بقید حیات رہے۔

ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ صحابہ کرام میں ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور کبار تابعین میں ابو عثمان النہدی اور ابو وائلؓ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان سے روایت کی ہے۔!!

رضی اللہ عن الصحابی الجلیل اصغر القائدین فی الاسلام اسامہ بن زیدؓ

بقیہ - قرآن کا پیام

ہوئے سب کو آیت کا مصداق کیسے ٹھہرایا جائے۔

والذین [illegible] الذین کفروا الیہم الفریقین المشرکین والیہود وکل قد غلب بالسیف والجزیة والذلة وقلحو [illegible] (مجر)

بہرحال قرآنی پیشگوئی کا مجاہدانہ نگہ ہر صورت میں عیاں ہے۔

بقیہ اداریہ

پوری انسانی آبادی [illegible] میں داخل ہو سکتی ہے نہ ترک دنیا کر سکتی ہے۔ سیرت نے اس کے لئے جو راستہ بتایا ہے وہ اس کے گھر اور معاشرہ، محلہ اور شہر اور ملک سے ہو کر گذرتا ہے۔ وہ اسی دنیا میں رہ کر اپنے حقوق اور فرائض سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے، یہی اس کا علاج ہے اور یہی اس کی تربیت گاہ ہے۔ البتہ اس کے لئے کچھ طلب اور لگن شرط ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر

[illegible]

بقیہ - کلام خیر الانام

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے اور نعمت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہونچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اسکی سفارش کرتے ہیں۔ اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہونچے اور اسی وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ہی صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی ایک جگہ پہونچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔